ماہنامہ

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 34... شمارہ نمبر 05... مئی 2026

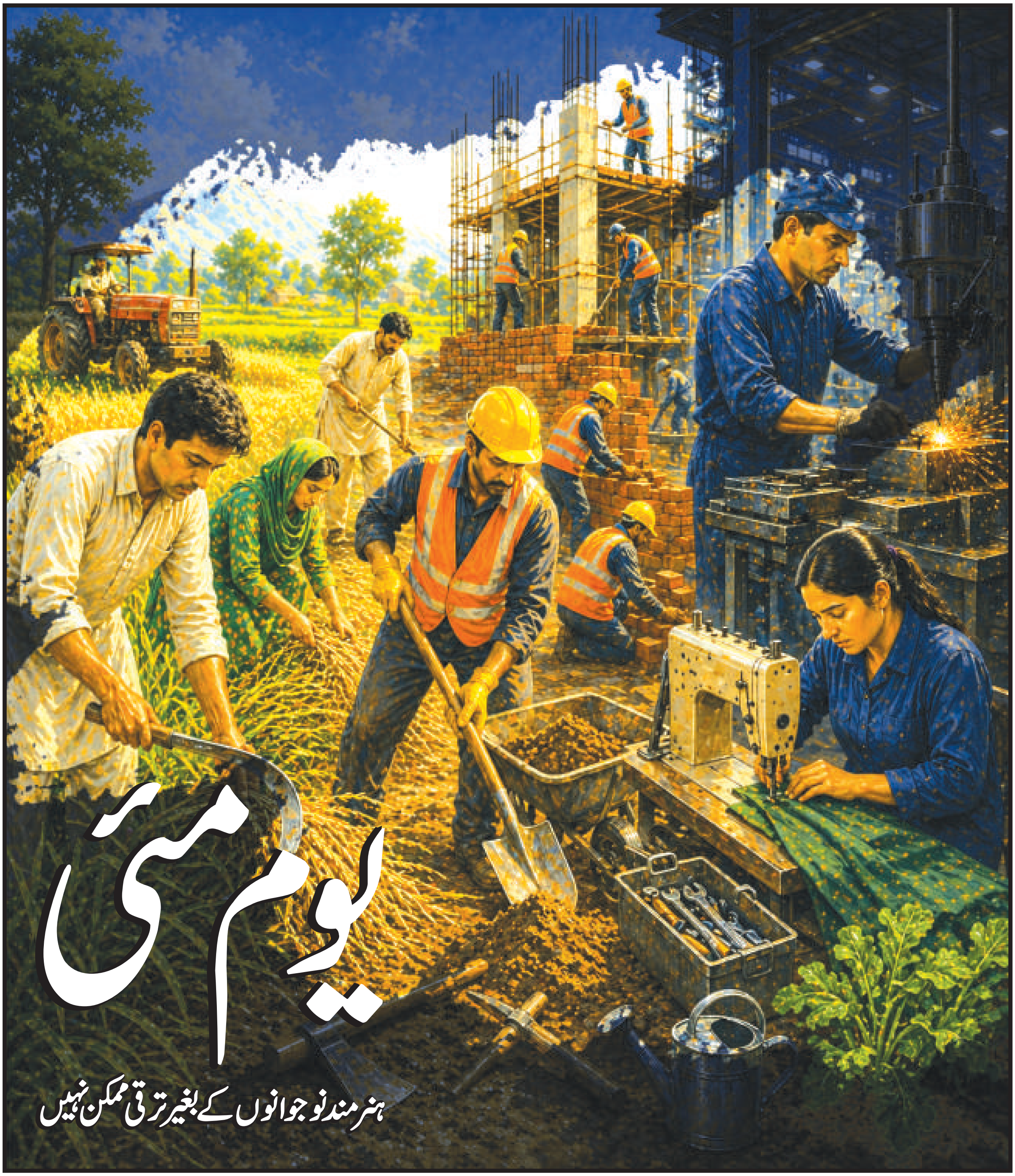

ایچ آر سی پی شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص سیل موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے،ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم جو نہی خواتین کے خلاف تشدد،محکمہ جاتی مسائل،اقلیتوں کے حقوق،جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب،جبری گمشدگیوں،سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم،مالی معاونت،سیاسی پناہ،جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار

جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کر دیتے ہیں۔ہمارا بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

ہم سے رابطہ کریں

اگر آپ نے کوئی شکایت درج کرانی ہے تو ہمیں کال کر سکتے ہیں،واٹس ایپ کر سکتے ہیں،ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کروا سکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کر سکتے ہیں۔

لاہور	کراچی	پشاور
ایوان جمہور۔107 ٹیپو بلاک،نیوگارڈن ٹاؤن،لاہور 54600 فون : +92 42 3586 4994, 3583 8341, 3586 5969 ای۔میل : hrcp@hrcp-web.org ویب سائیٹ : www.hrcp-web.org مرکز شکایات سیل فون : +92 042 3584 5969 موبائل : + 92 0333 200 6800 ای میل : complaints@hrcp-web.org	یونٹ نمبر 08،فلور 1 سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (الاکو ہاؤس) عبداللہ ہارون روڈ صدر،کراچی۔74400 فون : +92 21 3563 7131, 3563 7132 شکایات سیل (موبائل) : +92 315 111 6287 ای میل : karachi@hrcp-web.org	43 گلشن اقبال لین (نزد ارباب روڈ سٹاپ) یونیورسٹی روڈ،پشاور فون : +92 091 584 4253 شکایات سیل (موبائل) : +92 0318 950 0640 ای میل : peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد	کوئٹہ	حیدر آباد
آفس 1-B،فلور 2 بلاک ڈی-12، (اوپر فیصل بینک) جی 8،مرکز،اسلام آباد فون : +92 51 835 1127 شکایات سیل (موبائل) : +92 333 569 4773 ای میل : islamabad@hrcp-web.org	فلیٹ نمبر C-6 کبیر بلڈنگ ایم۔اے جناح روڈ،کوئٹہ فون : +92 81 282 7869 شکایات سیل (موبائل) +92 306 294 6125 ای میل : quetta@hrcp-web.org	306- فائزہ آرکیڈ، (لوفٹ اینڈ میزانائن فلور) نزد مسجد حاجی شاہ بخاری درگاہ صدر کنٹونمنٹ،حیدر آباد فون : +92 22 278 3688, 720 770 فیکس : +92 22 278 4645 شکایات سیل (موبائل) : +92 310 339 2222 ای میل : hyderabad@hrcp-web.org

ملتان	گلگت	تربت/مکران
2511/5A ابدالی کالونی نزد بریٹین سکول ملتان فون : +92 61 451 7217 شکایات سیل (موبائل) : +92 331 665 5529 ای میل : multan@hrcp-web.org	آفس نمبر 8-9،رانگ یل پلازہ جماعت خانہ روڈ،ذوالفقار آباد کالونی، جتیال،گلگت موبائل : +92 0344 547 5553 شکایات سیل (موبائل) : +92 355 454 1088 ای میل : gilgit@hrcp-web.org	پرواز ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پسنی روڈ،تربت،کیچ فون : +92 852 413 365 شکایات سیل (موبائل) : +92 323 234 2406 ای میل : turbat@hrcp-web.org

فہرست

آئی اے رحمان کی بصیرت، دیانت اور اصول پسندی آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گی 03

راشد رحمان جنہوں نے خوف کے سامنے سر نہیں جھکایا 03

اظہار رائے کی آزادی، قانون کی حکمرانی زیر عتاب رہے: ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ کا اجراء 04

پاکستان میں 2025 کے دوران انسانی حقوق کی صورتحال 05

اقبال مسیح، غلامی کے خلاف ایک ننھی مگر توانا آواز 09

ماورائے عدالت قتل معمول کا درجہ اختیار کرتے جا رہے ہیں 10

نوعمری کی شادیاں اور جبری تبدیلی مذہب باعث تشویش، ماہرین 11

یکم مئی۔ محنت کشوں کا عالمی دن 12

کشمیر میں سرحد پار سے آخری دیدار: 'بھائی کے ماتھے پر بوسہ بھی نہ دے سکی، یہ کیسی تقسیم ہے' 14

باڑہ میں ڈرون حملوں میں بے گناہ شہری نشانے پر 16

محنت کی عظمت اور انسانی وقار 17

آئی اے رحمان کی بصیرت، دیانت اور اصول پسندی آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گی

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) عظیم صحافی، ممتاز دانشور، اور امن، جمہوریت و انسانی حقوق کے بے مثال علمبردار آئی اے رحمان کی وفات کی پانچویں برسی پر انہیں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے۔ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ انہوں نے 18 برس تک تنظیم کے ڈائریکٹر، آٹھ برس تک سیکریٹری جنرل، اور اپنی وفات تک پانچ برس تک اعزازی ترجمان کے طور پر ہماری رہنمائی، نمائندگی اور مشاورت کی۔ ان کا انتقال 12 اپریل 2021 کو ہوا۔

آئی اے رحمان نے اپنی پوری زندگی حق، انصاف، جمہوریت اور انسانی وقار کے فروغ کے لیے وقف کیے رکھی۔ وہ نہ صرف انسانی حقوق کے ایک بے باک علمبردار تھے بلکہ پاکستان میں امن، رواداری اور آئینی بالادستی کی توانا آواز بھی تھے۔ ان کی بصیرت، دیانت اور اصول پسندی آنے والی نسلوں کے لیے مشعلِ راہ رہے گی۔

انہوں نے ہر مظلوم، محروم اور بے آواز طبقے کے حقوق کے لیے جرات اور استقامت کے ساتھ آواز بلند کی۔ انسانی حقوق کے تحفظ اور ایک پُرامن، جمہوری معاشرے کے قیام کے لیے ان کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

ایچ آر سی پی اُن انسانی حقوق کے مقاصد اور امن کی تحریکوں کے لیے اپنے عزم کا اعادہ کرتا ہے جن کی حمایت اور قیادت وہ مرتے دم تک کرتے رہے تھے۔

راشد رحمان جنہوں نے خوف کے سامنے سر نہیں جھکایا (سنی ضیاء)

آج راشد رحمان کو یاد کرتے ہوئے دل عجیب اداسی سے بھر جاتا ہے۔ وہ صرف ایک وکیل نہیں تھے، وہ ان چند لوگوں میں سے تھے جو خوف کے ماحول میں بھی سچ کے ساتھ کھڑے رہے۔ وہ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کے پنجاب کے ریجنل کوآرڈینیٹر تھے اور ہمیشہ ان لوگوں کی آواز بنے جنہیں معاشرہ تنہا چھوڑ دیتا ہے۔ ان کی شخصیت میں نرمی بھی تھی، جرات بھی، اور انسان دوستی بھی۔

جب سب لوگ جنید حفیظ کے مقدمے سے دور بھاگ رہے تھے، تب راشد رحمان نے ان کا کیس لیا۔ عدالت کے اندر انہیں کھلے عام دھمکیاں دی گئیں کہ "اگلی پیشی تک آپ زندہ نہیں رہیں گے"۔ افسوس یہ ہے کہ یہ صرف الفاظ نہیں تھے۔ 7 مئی 2014 کو ملتان میں ان کے دفتر میں گھس کر انہیں گولیاں مار دی گئیں۔ ان کے ساتھ بیٹھے دو ساتھی زخمی ہوئے، مگر راشد رحمان ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیے گئے۔ ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ وہ انصاف پر یقین رکھتے تھے۔

ان کے قتل نے پورے پاکستان کی سول سوسائٹی، وکلا، صحافیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آج بھی ان کا نام آتا ہے تو ایک سوال دل میں اٹھتا ہے کہ کیا ہمارے معاشرے میں سچ بولنے اور کمزور کے ساتھ کھڑے ہونے کی اتنی بڑی قیمت ہے؟

جنید حفیظ آج بھی برسوں بعد جیل میں ہیں۔ ان پر قائم مقدمہ اب بھی انسانی حقوق کی تنظیموں کے نزدیک ناانصافی اور توہینِ مذہب کے قوانین کے غلط استعمال کی ایک بڑی مثال سمجھا جاتا ہے۔ لیکن راشد رحمان کا نام تاریخ میں ہمیشہ اس شخص کے طور پر یاد رکھا جائے گا جس نے خوف کے سامنے سر نہیں جھکایا۔

افسوس یہ ہے کہ بارہ سال گزرنے کے باوجود ہمارا معاشرہ شاید پہلے سے بھی زیادہ عدم برداشت کا شکار ہو چکا ہے۔ دلیل، مکالمہ اور اختلافِ رائے کی جگہ غصے، ہجوم اور نفرت نے لے لی ہے۔ آج بھی بہت سے لوگ صرف سوال پوچھنے، مختلف رائے رکھنے یا انصاف کی بات کرنے پر خطرے میں ہیں۔ کچھ لوگ مر کر بھی ختم نہیں ہوتے، کیونکہ ان کی جدوجہد زندہ رہتی ہے۔

راشد رحمان بھی انہی لوگوں میں سے ایک ہیں۔

اظہار رائے کی آزادی، قانون کی حکمرانی زیرِعتاب رہے: ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ کا اجراء

ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ' پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال 2025 'ایک ایسے سال کا احاطہ کرتی ہے جس میں شہری حقوق کا دائرہ کار شدید محدود ہوا، عدالتی غیر جانبداری متاثر ہوئی اور عدم تحفظ کا احساس مزید بڑھ گیا۔

رپورٹ میں اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے کہ 2025 میں اظہار رائے کی آزادی — خاص طور پر حکام سے سوال کرنے اور احتساب کا مطالبہ کرنے کے حق — کو بری طرح دبایا گیا، جس کے قانون کی حکمرانی اور بنیادی آزادیوں کے تحفظ پر دوررس منفی اثرات مرتب ہوئے۔

تشویشناک بات یہ ہے کہ اختلاف رائے کو دبانے کے لیے قانونی اور ادارتی طریقہ کار کا استعمال بڑھ گیا۔ پریوینشن آف الیکٹرانک کرائمز ایکٹ (پیکا) میں ترامیم کے ساتھ ساتھ غداری اور انسدادِ دہشت گردی کے قوانین کے ذریعے صحافیوں، سیاسی کارکنوں، سماجی کارکنوں اور وکلاء کو بڑے پیمانے پر نشانہ بنایا گیا۔ دھمکیوں، جبری گمشدگیوں اور نقل و حرکت پر پابندیوں کی اطلاعات نے خوف اور خود پر عائد کی گئی سنسرشپ کے ماحول کو جنم دیا، جس نے عوامی مکالمے کو محدود کیا اور انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر پردہ ڈال دیا۔

وفاق اور بلوچستان کی سطح پر انسدادِ دہشت گردی ایکٹ 1997 میں کی گئی ترامیم، جن کے تحت قانون نافذ کرنے والے اداروں اور مسلح افواج کو کسی بھی شخص کو بغیر کسی الزام یا عدالتی نگرانی کے تین ماہ تک حراست میں رکھنے کا اختیار دیا گیا، نے آزادی، شفاف ٹرائل اور بلا جواز حراست سے تحفظ کے بنیادی حقوق کو مزید کمزور کر دیا۔

رپورٹ عدلیہ کی آزادی میں نمایاں کمی کی نشاندہی کرتی ہے جو خاص طور پر 27 ویں آئینی ترمیم کے نفاذ کے بعد دیکھنے میں آئی۔ اس ترمیم نے عدالتی تقرریوں کے نظام میں انتظامیہ کے اثر و رسوخ کو بڑھا دیا ہے۔ 2025 کے دوران اہم عدالتی فیصلوں نے جمہوری گنجائش کو مزید محدود کر دیا۔ شہریوں کے فوجی عدالتوں میں ٹرائل، اور پاکستان تحریکِ انصاف کو 2024 میں حاصل مخصوص نشستوں سے محروم کر کے اسے سیاسی طور پر غیر مؤثر بنانے جیسے اقدامات نے عدالتی شفافیت اور اختیارات کی تقسیم کے بنیادی اصولوں پر شدید سوالات اٹھا دیے ہیں۔

سیکیورٹی کے مسائل نے حقوق کی خلاف ورزیوں میں اضافہ کیا۔ عسکریت پسندی اور انسدادِ دہشت گردی کی کارروائیوں سے خیبر پختونخوا اور بلوچستان غیر متناسب طور پر متاثر ہوئے، جس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں شہری اور قانون نافذ کرنے والے اہلکار جاں بحق ہوئے۔ جبری گمشدگیاں، ماورائے عدالت قتل اور اجتماعی سزاؤں کا سلسلہ جاری رہا، جبکہ خواتین، بچوں، مذہبی اقلیتوں اور ٹرانس جینڈر افراد سمیت کمزور طبقات کو بغیر کسی مناسب تلافی کے تشدد اور امتیازی سلوک کا سامنا رہا۔ کان کن اور سینیٹیشن ورکرز خاص طور پر حادثات کا شکار رہے اور ان کے تحفظ کو بہتر بنانے کے حوالے سے بہت کم پیش رفت دیکھی گئی۔ اگرچہ موسمیاتی آفات، خاص طور پر گلگت بلتستان میں، متعدد ہلاکتوں اور بنیادی ڈھانچے کی تباہی کا سبب بنیں، لیکن حکومتی ردِعمل طویل مدتی کے بجائے وقتی اور ہنگامی نوعیت کا رہا۔

رپورٹ میں چند مثبت اقدامات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ 'نیشنل کمیشن فار مائنارٹیز ایکٹ' کا نفاذ مذہبی اقلیتوں کے ادارتی تحفظ کے حوالے سے ایک دیرینہ اور اہم قدم ہے۔ اسلام آباد اور بلوچستان میں کم عمری کی شادی کی ممانعت کے قوانین بچوں کے تحفظ کی جانب ایک اہم پیش رفت ہے، جبکہ ملک کی اعلیٰ عدالتوں نے خواتین کے حقِ وراثت اور نکاح سے جڑے مسائل میں اہم فیصلوں کے ذریعے ان کے حقوق کو مزید مستحکم کیا ہے۔ صوبائی سطح پر چند فلاحی اقدامات اور ادارتی اصلاحات نے بھی کچھ حد تک ریلیف فراہم کیا، لیکن یہ پیش رفت بہت سست روی کا شکار رہی۔

چیئرپرسن اسد اقبال بٹ، سابق چیئرپرسن حنا جیلانی، کو چیئر منیزے جہانگیر، وائس چیئر نسرین اظہر اور سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے رپورٹ کے اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور پریس کے سوالات کے جواب دیے۔

[پریس ریلیز۔اسلام آباد۔04 مئی 2026]

پاکستان میں 2025 کے دوران انسانی حقوق کی صورتحال

اہم نکات

قوانین اور قانون سازی

- 27ویں آئینی ترمیم کو شمولیتی جمہوری عمل کی بجائے اکثریتی انداز میں منظور کیا گیا۔ ترمیم نے عدلیہ کی آزادی اور اعلیٰ عدلیہ کے معاملات میں انتظامیہ کی مداخلت کے حوالے سنگین تحفظات کو جنم دیا۔
- منظور کیے گئے قوانین میں قومی کمیشن برائے اقلیتی ایکٹ 2025 بھی شامل ہے، جس کے تحت مذہبی اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے ایک قانونی ادارہ قائم کیا۔
- دارالحکومت اسلام آباد کم عمری کی ممانعت کا ایکٹ 2025 نے وفاقی دارالحکومت میں شادی کی کم از کم قانونی عمر 18 سال مقرر کی۔
- انسداد دہشت گردی (ترمیمی) ایکٹ 2025 نے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور مسلح افواج کو مشتبہ افراد کو تین ماہ تک امتناعی حراست میں رکھنے کا اختیار دیا۔
- فافن کی رپورٹ کے مطابق، 2025 کے آخر تک صدارتی منظوری ملنے کے بعد 41 قوانین نافذ کیے گئے۔ تاہم، ان قوانین کو جلد بازی میں منظور کیا گیا جسے حزبِ اختلاف کے اراکین اور سول سوسائٹی نے تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہوں نے قانون سازی کے عمل کو پارلیمان کی بجائے 'انتظامیہ کی کارروائی' قرار دیا۔

انصاف کی فراہمی

- قانون کی حکمرانی پر پاکستان کی کارکردگی کے حوالے سے ورلڈ جسٹس پروجیکٹ کی رپورٹ کے مطابق، ملک کو بنیادی حقوق کے تحفظ میں شدید مشکلات درپیش رہیں۔ ملک نے بنیادی حقوق کے زمرے میں 0.54 کی عالمی اوسط کے مقابلے میں 0.37 اسکور کیا، اور یہ 2024 میں 124 ویں نمبر کے مقابلے میں 143 ممالک میں سے 130 ویں نمبر پر رہا۔
- پاکستان کمیشن برائے قانون و انصاف کے مطابق، 2025 کے آخر تک عدالتِ عظمیٰ میں زیر التوا مقدمات کی تعداد کم ہو کر 33,787 رہ گئی تھی، جو کہ 2024 میں 57,000 سے زائد تھی۔ یوں، ان میں 40.7 فیصد کمی ہوئی ہے۔ عدالتِ عالیہ میں زیر التوا مقدمات کی تعداد 39.1 فیصد کم ہو کر 212,537 ہو گئی۔

سزائے موت

- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ رپورٹس کے مطابق، 2025 میں سزائے موت میں نمایاں اضافہ ہوا، کم از کم 225 (بنیادی طور پر ماتحت عدالتوں کی طرف سے) افراد کو سزائے موت سنائی گئی، جبکہ 2024 میں یہ تعداد 174 تھی۔ توہین مذہب سے متعلق جرائم میں کم از کم 15 افراد کو سزائے موت سنائی گئی۔
- قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ سال کے دوران کسی بھی شخص کو پھانسی دیے جانے کی اطلاع نہیں ملی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 2020 میں سزائے موت پر عملی لحاظ سے جو پابندی عائد ہوئی تھی وہ 2025 تک جاری تھی۔

امنِ عامہ

- سینٹر فار ریسرچ اینڈ سیکیورٹی اسٹڈیز نے رپورٹ کیا کہ 2025 میں تقریباً 1,272 دہشت گرد حملے اور انسداد دہشت گردی کی کارروائیاں ہوئیں، جس کے نتیجے میں اندازاً 3,417 افراد ہلاک اور 2,134 زخمی ہوئے، جن میں عام شہری، سیکیورٹی اہلکار اور مشتبہ افراد شامل تھے۔ ان اعداد و شمار سے 2024 کے مقابلے میں اموات میں 34 فیصد اضافے کی نشاندہی ہوئی ہے۔
- خیبر پختونخوا اور بلوچستان دیگر صوبوں کی نسبت شدت پسندی سے زیادہ متاثر ہوئے، مجموعی طور پر 96 فیصد ہلاک افراد اور 90 فیصد زخمیوں کا تعلق انہیں دو صوبوں سے تھا۔
- بلوچستان میں، مارچ میں مسافروں کی یرغمالی کا بحران سامنے آیا جو 36 گھنٹے جاری رہا جب بی ایل اے کے عسکریت پسندوں نے جعفر ایکسپریس کو ہائی جیک کرنے کے لیے مشکاف ٹنل کے قریب ریل کی پٹریوں کو بم سے اڑا دیا اور 400 سے زائد مسافروں کو یرغمال بنا لیا۔ اس کے بعد فوجی آپریشن اور فائرنگ کے تبادلے میں کم از کم 33 عسکریت پسند اور 26 مسافر مارے گئے۔
- اکتوبر میں، پنجاب اور وفاقی حکومت نے ٹی ایل پی کے خلاف بڑے پیمانے پر کریک ڈاؤن شروع کیا، جس میں لاہور، راولپنڈی اور اسلام آباد میں دفاتر، مساجد اور مدارس کو بند کرنا، بینک اکاؤنٹس کو منجمد کرنا، اور ملک بھر میں طے شدہ مظاہروں اور مذہبی پلیٹ فارم کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے انسداد دہشت گردی کے قوانین کے تحت متعدد مقدمات کا اندراج شامل ہے۔
- پولیس کے مجموعی جرائم میں کمی کے دعووں کے باوجود، کراچی میں 2025 میں 64,000 سے زیادہ اسٹریٹ کرائم کے واقعات اور 70 سے زیادہ اموات رپورٹ ہوئیں۔
- ایچ آر سی پی نے کم از کم نو ایسی اموات ریکارڈ کیں جن میں عام شہریوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے مبینہ مجرموں کو تشدد کا نشانہ بنا کر ہلاک کیا؛ ان میں سے سات اموات صرف کراچی میں ہوئیں، اور زیادہ تر واقعات شہری جرائم کے تناظر میں پیش آئے۔
- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ کے مطابق، ملک بھر میں 1,155 پولیس مقابلوں میں کل 1,696 مشتبہ افراد مارے گئے۔ ان میں سے زیادہ تر ہلاکتیں پنجاب میں محکمہ انسداد جرائم کے ہاتھوں ہوئیں، جس نے 707 مقابلے کیے جن کے نتیجے میں 977 مشتبہ افراد ہلاک ہوئے۔ پنجاب میں مجموعی طور پر 826 پولیس مقابلوں میں 1,128 افراد ہلاک ہوئے۔ اس کے علاوہ، خیبر پختونخوا میں 162 پولیس مقابلوں اور سی ٹی ڈی کی کارروائیوں میں 289 ملزمان مارے گئے، جبکہ سندھ میں 137 مقابلوں میں 205 ملزمان ہلاک ہوئے۔

قیدخانے اور قیدی

- تین صوبائی جیلوں کے محکمہ جات کے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا کی جیلوں میں مجموعی طور پر 110,402 قیدی موجود تھے، جبکہ گنجائش صرف 64,550 قیدیوں کی تھی۔ اس طرح جیلوں میں گنجائش سے زائد قیدیوں کی شرح تقریباً 171 فیصد رہی، جو 2024 کی 228 فیصد شرح سے کم ہے۔
- پی ٹی آئی سے وابستہ متعدد خواتین 9 مئی 2023 کے فسادات سے متعلق الزامات میں زیرِ حراست رہیں۔ ان میں کینسر کے مرض میں مبتلا عمر رسیدہ ڈاکٹر یاسمین راشد بھی تھیں، جن کی صحت مبینہ طور پر سال کے دوران بگڑ گئی تھی۔
- وزارتِ خارجہ کے مطابق، 21,600 پاکستانی شہری بیرونِ ملک جیلوں میں قید تھے۔ ان میں سے 74 فیصد متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کی جیلوں میں تھے۔
- ماہی گیروں سمیت تقریباً 738 پاکستانی شہری ہندوستانی جیلوں میں قید تھے۔
- سرکاری اعداد و شمار کے مطابق، پاکستان نے 257 ہندوستانی قیدیوں کو اپنی تحویل میں رکھا ہوا تھا، جن میں 58 عام شہری اور 199 ماہی گیر شامل ہیں۔

جبری گمشدگیاں

- جبری گمشدگیوں سے متعلق تحقیقاتی کمیشن کو 273 نئے کیسز موصول ہوئے۔ سب سے زیادہ کیسز خیبر پختونخوا سے رپورٹ ہوئے۔ تحقیقاتی کمیشن کے مطابق 32 لاپتہ افراد

جیلوں اور 13 حراستی مراکز میں پائے گئے۔ مزید برآں، 230افراد اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور 16 کی لاشیں برآمد ہوئیں۔ تاہم، ایچ آر سی پی کے مطابق یہ اعداد وشمار اصل تعداد سے کہیں کم ہیں، اور اس نے مجرموں کو جوابدہ ٹھہرانے میں ناکامی پر سی او آئی ای ڈی کو مسلسل تنقید کا نشانہ بنایا۔

جمہوری پیش رفت

- 27ویں آئینی ترمیم کی منظوری کے نتیجے میں وفاقی آئینی عدالت کے قیام کے ذریعے پاکستان کے نظام حکمرانی کی نمایاں طور پر ازسرِ نو تشکیل ہوئی۔ اس ترمیم کے تحت آئینی معاملات میں وفاقی آئینی عدالت کو عدالتِ عظمیٰ کے فیصلوں پر فوقیت حاصل ہوگئی۔ عدالتی تقرریوں پر انتظامیہ کو براہ راست اثر و رسوخ سونپا گیا؛ اور صدر اور دفاعی افواج کے سربراہ کو تاحیات قانونی استثنیٰ فراہم کیا گیا۔
- عدالتِ عظمیٰ کے 2023 کے فیصلے کو کالعدم قرار دیتے ہوئے جس میں شہریوں کے فوجی ٹرائل کو غیر آئینی قرار دیا گیا تھا، اعلیٰ عدالت کے آئینی بنچ نے پاکستان آرمی ایکٹ 1952 کی دفعات کو بحال کر دیا جس کے تحت اب عام شہریوں پر فوجی عدالتوں میں مقدمہ چلایا جاسکتا ہے۔
- عدالتِ عظمیٰ کے آئینی بنچ نے مخصوص نشستوں کے معاملے میں پی ٹی آئی کی درخواستیں خارج کر دیں اور عدالت عالیہ پشاور کا 2024 کا فیصلہ بحال کر دیا۔ آئینی بنچ کے اس فیصلے نے پارٹی کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں میں خواتین اور اقلیتوں کی مخصوص نشستیں رکھنے سے عملی طور پر نااہل کر دیا۔
- پلڈاٹ کی ایک رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں مخلوط نظام حکومت کو معمول کا درجہ مل گیا ہے کیونکہ سیکیورٹی اسٹیبلشمنٹ کا اثر تمام سرکاری اداروں میں سرایت کر چکا ہے۔

مقامی حکومت

- الیکشن کمیشن آف پاکستان کے اعلان کے باوجود کہ پنجاب میں بلدیاتی انتخابات دسمبر میں ہوں گے، انتخابات مقررہ وقت پر نہیں ہوئے۔
- پنجاب حکومت نے پنجاب لوکل گورنمنٹ ایکٹ 2025 کا باضابطہ اعلان کیا، جس پر ای سی پی پر آئندہ بلدیاتی انتخابات کے لیے حلقہ بندی کا عمل دوبارہ شروع کیا۔ اس قانون پر تنقید کی گئی کہ یہ غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کی راہ ہموار کرے گا، مقامی کونسلرز کو بےاختیار کرے گا جبکہ بیوروکریسی اور صوبائی حکومت کو بااختیار بنائے گا۔ جمہوریت کی روح کو مجروح کرنے کی بنیاد پر ایکٹ کو عدالت میں چیلنج کیا گیا تھا۔
- دارالحکومت اسلام آباد کا علاقہ چوتھے سال بھی منتخب مقامی حکومت سے محروم رہا۔
- سندھ میں مقامی حکومتیں محدود مالی خودمختاری کے ساتھ کام کرتی رہیں، جس سے خدمات کی فراہمی اور میونسپل نظم ونسق متاثر ہوا۔

- عدالتِ عالیہ پشاور نے خیبر پختونخوا سٹی/تحصیل لوکل گورنمنٹ رولز آف بزنس 2022 کے کچھ حصے کو ختم کر دیا جس کے نتیجے میں تحصیل اور سٹی لوکل کونسل کے سربراہان کے اختیارات کم ہو گئے۔
- ایک عدالتی اپیل جس میں 2017 کی مردم شماری کی بنیاد پر ہونے والی حلقہ بندیوں کو چیلنج کیا گیا تھا، کے بعد پولنگ کے دن سے تین دن قبل وفاقی آئینی عدالت کے حکم پر کوئٹہ میں بلدیاتی انتخابات ملتوی کر دیے گئے۔
- گلگت بلتستان میں بلدیاتی انتخابات ملتوی کر دیے گئے اور بعد ازاں کہا گیا کہ یہ انتخابات 2026 میں قانون ساز اسمبلی کے انتخابات کے ساتھ ہی منعقد ہوں گے۔

اظہارِ رائے کی آزادی

- الیکٹرانک جرائم کی روک تھام (ترمیمی) ایکٹ 2025 کی قومی اسمبلی سے منظوری نے اختلاف رائے رکھنے والے صحافیوں، کارکنوں اور سیاسی کارکنوں کو نشانہ بنائے جانے اور سزا دینے کے امکانات سے متعلق خدشات کو جنم دیا۔
- 2025 کے ورلڈ پریس فریڈم انڈیکس میں پاکستان کی رینکنگ چھ درجے گر کر 180 ممالک میں سے 158 پر آ گئی۔ انسانی حقوق کی تنظیموں نے الیکٹرانک جرائم کی روک تھام کے ایکٹ 2016 میں متنازع ترامیم، منظم سنسرشپ اور صحافیوں پر بڑھتے ہوئے معاشی اور قانونی دباؤ کو اس کمی کی وجہ قرار دیا۔
- کونسل آف پاکستان نیوز پیپر ایڈیٹرز کے مطابق ملک بھر میں پانچ صحافی ہلاک ہوئے، چھ کو مقدمات، گرفتاریوں، یا دیگر سرکاری کارروائیوں کا سامنا کرنا پڑا، اور تین کو ہراساں کیا گیا یا ڈرایا دھمکایا گیا۔ کونسل کی رپورٹ کے مطابق، دو پریس کانفرنسوں کو منعقد ہونے سے روکا گیا اور میڈیا کے دفاتر پر دو حملے کیے گئے۔
- فروری 2024 کے عام انتخابات کے بعد مہینوں کی پابندیوں کے بعد مئی میں ایکس (سابقہ ٹویٹر) تک رسائی جزوی طور پر بحال کر دی گئی۔

پرامن اجتماع کی آزادی

- 2025 کے دوران پنجاب میں اجتماعات کو محدود کرنے کے لیے متعدد بار دفعہ 144 نافذ کی گئی، اس طرح کے واقعات فروری، اگست اور اکتوبر میں عروج پر تھے، جن میں اکثر توسیع کی جاتی رہی۔ صرف نومبر اور دسمبر میں ہی، راولپنڈی اور صوبے بھر میں مظاہروں کو روکنے کے لیے پیشگی اقدامات کے طور پر پابندی میں کئی بار توسیع کی گئی۔
- سندھ میں سال بھر کے دوران دریائے سندھ سے چھ نئی نہروں کے منصوبے کے خلاف عوامی مظاہرے دیکھے گئے۔ سندھ کے مقامی لوگوں اور سندھی قوم پرستوں نے خدشات کا اظہار کیا کہ یہ منصوبہ پانی کی موجودہ کمی کو بڑھا دے گا، خاص طور پر کھیتی باڑی کے اہم ادوار میں۔ مورو میں متعلقہ احتجاج پُرتشدد ہو جانے سے کم از کم ایک شخص ہلاک اور پولیس اہلکاروں سمیت ایک درجن افراد زخمی ہوئے۔
- کوئٹہ پولیس نے مارچ میں جبری گمشدگیوں کے خلاف بی وائی سی کے دھرنے کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس، واٹر کینن اور خالی گولیوں کا استعمال کیا۔ بی وائی سی نے دعویٰ کیا کہ تین مظاہرین ہلاک اور 13 زخمی ہوئے، جبکہ پولیس نے تقریباً 10 اہلکاروں کے زخمی ہونے کی اطلاع دی۔
- بی وائی سی کی رہنما ڈاکٹر ماہرنگ بلوچ اور تقریباً 150 دیگر افراد کو مارچ میں گرفتار کیا گیا، جس کے نتیجے میں بلوچستان میں ہڑتالیں ہوئیں۔ کراچی میں بی وائی سی کی رہنما سمیع دین بلوچ کو بھی متعلقہ احتجاج کے دوران حراست میں لیا گیا۔ سال کے آخر تک، بی وائی سی کی کم از کم تین خواتین رہنما (بشمول ماہرنگ بلوچ) قید تھیں۔

مذہب یا عقیدے کی آزادی

- اپریل میں، کراچی میں ایک عبادت گاہ کے باہر ایک احمدی شخص کو ٹی ایل پی کی زیرقیادت ہجوم نے تشدد کر کے ہلاک کر دیا۔ یہ حملہ ایک احتجاج کے دوران ہوا جس کا مقصد کمیونٹی کی مذہبی رسومات میں رکاوٹ ڈالنا تھا، جس کے نتیجے میں ایک شخص ہلاک ہوا جبکہ 40 دیگر افراد کو پولیس نے ہنگامی طور پر وہاں سے نکالا۔
- 2025 میں احمدیہ کمیونٹی کو مسلسل ظلم وستم کا سامنا کرنا پڑا، جس میں عبادت گاہوں پر 21 حملے، 381 قبروں کی بے حرمتی، اور مذہبی جرائم کے الزام میں 56 گرفتاریاں شامل ہیں۔ سال کے دوران عقیدے کی بنیاد پر کم از کم چار افراد قتل ہوئے اور ایک پر قاتلانہ حملہ ہوا۔
- جڑانوالہ، پنجاب میں مسیحی برادری نے دعویٰ کیا کہ انہیں 2023 میں ان کے گھروں اور گرجا گھروں پر متشدد ہجوم کے حملوں کے دو سال گزرنے کے باوجود مناسب معاوضہ نہیں ملا۔
- محکمہ جیل خانہ جات پنجاب نے رپورٹ کیا کہ جون تک توہین مذہب کے الزام میں 729 افراد قید تھے، جن میں 51 خواتین اور دو بچے بھی شامل تھے۔
- ایچ آر سی پی کو جبری تبدیلی مذہب کی کم از کم دس شکایات موصول ہوئیں جن کا تعلق ہندو لڑکیوں اور ایک ہندو لڑکے کی مبینہ جبری تبدیلی مذہب سے تھا۔

نقل وحرکت کی آزادی

- حکام سیاسی کارکنوں کی نقل وحرکت اور شہری آزادیوں کو سلب کرتے رہے، بالخصوص بلوچستان میں۔ حب میں کم از کم 64 کارکنوں کو انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کے فورتھ شیڈول میں ڈال دیا گیا، جو پولیس کی سخت نگرانی اور سفری پابندیوں کا اختیار دیتا ہے۔ اس سے ان پابندیوں میں نمایاں

توسیع کا نشاندہی ہوتی ہے۔

- وفاقی تحقیقاتی ایجنسی (ایف آئی اے) نے ہوائی اڈوں اور سرحدوں پر 8،149 مسافروں کو روکا جن کا نام 'اسٹاپ لسٹ' میں شامل کیا گیا تھا۔ اس اقدام نے ملکی سرحدی کنٹرول اور ایجنسیوں کے درمیان ہم آہنگی کو بڑھانے کے لیے ایسے افراد کو نشانہ بنایا جو مجرمانہ سرگرمیوں اور سیکورٹی خدشات کے حوالے سے زیرِ نگرانی تھے۔
- کُل 66,000 مسافروں کو بیرونِ ملک سفر کرنے سے روکا گیا، جن میں 51,000 ایسے تھے جن کی دستاویزات ناکافی یا غیر تصدیق شدہ تھیں۔

انجمن سازی کی آزادی

- فروری میں، بلوچستان حکومت نے دس بڑی مزدور یونینوں اور انجمنوں کی رجسٹریشن منسوخ کر دی۔ ناقدین نے اس اقدام کو اختلافِ رائے اور اجتماعی سودے بازی کو دبانے کی ایک کوشش قرار دیا۔ اس سے صوبے میں ممنوعہ مزدور تنظیموں کی کُل تعداد 63 ہو گئی۔
- ستمبر اور اکتوبر کے درمیان، جوائنٹ عوامی ایکشن کمیٹی نے آزاد جموں و کشمیر بھر میں بڑے پیمانے پر ہڑتال کی، جس سے تمام بڑے اضلاع میں نظامِ زندگی مفلوج ہو گیا۔ حکومتی اصلاحات کا مطالبہ کرنے والے مظاہرے کے دوران پولیس کے ساتھ جھڑپوں کے نتیجے میں کم از کم نو افراد ہلاک اور 200 سے زیادہ زخمی ہوئے۔
- اکتوبر 2024 میں پشتون تحفظ موومنٹ پر پاکستانی حکومت کی باضابطہ پابندی کے بعد، 2025 تک اس کے اراکین کے خلاف شدید کریک ڈاؤن جاری رہا۔ پشتون اور بلوچ کارکنوں پر بلاوجہ دہشت گردی کے الزامات عائد کرنے حکومتی اقدام کی وجہ سے مارچ میں CIVICUS مانیٹر نے پاکستان کو اپنی 'واچ لسٹ' میں شامل کر لیا۔

خواتین

- عالمی معاشی فورم کے عالمی صنفی تفاوت اعشاریے میں پاکستان 148 ممالک میں سے 145 ویں نمبر پر رہا۔
- این جی او ساحل کے اعداد و شمار کے مطابق 2025 کے پہلے 11 ماہ میں صنف کی بنیاد پر تشدد میں تقریباً 25 فیصد اضافہ ہوا۔ کُل 6،543 واقعات رپورٹ ہوئے، جن میں سے زیادہ تر پنجاب (78 فیصد) اور متاثرین کے گھروں (60 فیصد) میں پیش آئے۔
- قومی محکمہ پولیس کے اعداد و شمار کے مطابق، سال بھر میں کم از کم 470 خواتین غیرت کے نام پر قتل ہوئیں۔ ان میں سے پنجاب میں 189، سندھ میں 126، خیبر پختونخوا میں 116، بلوچستان میں 29 اور 10 کیسز گلگت بلتستان سے رپورٹ ہوئے۔ گھریلو تشدد میں قتل کے کم از کم 1,332 واقعات اور مار پیٹ کے 2,912 واقعات پیش آئے۔
- جنسی زیادتی کے واقعات عام رہے، اور پولیس کے اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنسی زیادتی کے 3,815، اجتماعی جنسی زیادتی کے 983، حراستی جنسی حملوں کے 69، اور محرم کی جانب سے جنسی حملوں کے 223 واقعات پیش آئے۔
- ڈیجیٹل رائٹس فاؤنڈیشن کو سائبر ہراسانی کی 2,586 اطلاعات موصول ہوئیں جو زیادہ تر پنجاب میں خواتین سے متعلق تھیں۔

بچے

- این جی او ساحل نے سال کے دوران بچوں پر تشدد کے 3,600 سے زیادہ واقعات رپورٹ کیے۔ ان میں بچوں سے جنسی زیادتی کے 2,003، اغوا کے 1,107، گمشدگی کے 365 اور کم عمری کی شادی کے 53 واقعات شامل ہیں۔
- ساحل نے فحش نگاری کے حوالے سے بچوں کے جنسی استحصال کے 52 کیسز قلمبند کیے جس سے ایک تشویش ناک رجحان کی نشاندہی ہوتی ہے۔
- یہ واقعات محض انفرادی سطح پر نہیں بلکہ منظم جرائم، بالخصوص اغوا اور گروہی جنسی تشدد جیسے سنگین نیٹ ورکس سے جڑے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ یہ استحصال انفرادی فعل کے بجائے ایک باقاعدہ مجرمانہ ڈھانچے کے تحت کیا جا رہا ہے۔

متجنس (ٹرانس جینڈر) افراد

- کم از کم 19 متجنس افراد ہلاک اور دو تیزاب گردی کا نشانہ بنے۔ خیبر پختونخوا میں سب سے زیادہ ہلاکتیں ہوئیں جہاں ایسے دس واقعات پیش آئے۔
- ایچ آر سی پی کی میڈیا مانیٹرنگ سے یہ بات سامنے آئی کہ سال کے دوران کم از کم 13 متجنس افراد جنسی تشدد کا نشانہ بنے۔

محنت کش

- قومی اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ 97 مزدور کام کے دوران پیش آنے والے حادثات میں ہلاک یا زخمی ہوئے، جن میں صنعتی دھماکے اور کرنٹ لگنے کے واقعات شامل ہیں۔ زیادہ تر واقعات (73) واقعات پنجاب میں پیش آئے۔
- محنت کشوں کی کثیر تعداد کے لیے پیشہ ورانہ حفاظت اور صحت کے مناسب اقدامات کی عدم موجودگی میں، سال کے دوران کام کی جگہ پر ہونے والے حادثات میں کم از کم 52 کان کن اور صفائی ستھرائی کے کام پر مامور 13 مزدور ہلاک ہوئے۔
- پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا میں غیر ہنر مند محنت کشوں کی ماہانہ کم از کم اجرت 40,000 روپے مقرر کی گئی، جب کہ بلوچستان اور اسلام آباد دارالحکومتی علاقہ میں یہ 37,000 روپے رہی۔ اگر اسے عالمی بینک کی طرف سے یومیہ 4.20 امریکی ڈالر کی خطِ غربت کے تناظر میں دیکھا جائے تو اجرت کی یہ حد تقریباً یومیہ 4.40 سے 4.76 کے درمیان بنتی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں لاکھوں افراد خطِ غربت سے نیچے ہیں۔
- سندھ اسمبلی کی پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے مطابق، 80 فیصد سے زائد نجی صنعتی یونٹ کم از کم اجرت پر عمل درآمد کرنے میں ناکام رہے، جبکہ ٹریڈ یونین رہنماؤں کا اندازہ ہے کہ 95 فیصد فیکٹریاں کم از کم اجرت ادا نہیں کرتیں۔
- اگست میں فیصل آباد میں ہزاروں ٹیکسٹائل اور پاور لوم ورکرز نے ایک ریلی نکالی جس میں انہوں نے اجرتوں میں 8.4 فیصد اضافے اور فیکٹریوں کی بندش کے فوری خاتمے کا مطالبہ کیا۔
- لیبر فورس سروے 2024/25 کے مطابق، پاکستان میں بے روزگاری کی شرح 7.1 فیصد کے ساتھ 21 سال کی بلند ترین سطح تک پہنچ گئی۔ بے روزگار افراد کی کل تعداد بڑھ کر 59 لاکھ ہو گئی۔ نمایاں علاقائی تفاوت کے ساتھ۔ بے روزگاری کی سب سے زیادہ شرح خیبر پختونخواہ میں 9.6 فیصد ریکارڈ کی گئی۔
- نوجوانوں (15 سے 24 سال کی عمر) میں بے روزگاری کی شرح 12.8 فیصد تھی؛ تقریباً دس لاکھ سند یافتہ نوجوان بے روزگار رہے، جو تعلیمی پیداوار اور مارکیٹ کی طلب کے درمیان نمایاں عدم توازن کو ظاہر کرتا ہے۔
- اگرچہ افرادی قوت میں خواتین کی شمولیت انتہائی کم یعنی تقریباً 22.4 فیصد رہی، تاہم افرادی قوت سروے نے بلا معاوضہ مزدوری کے ایک حیران کن بوجھ کا انکشاف کیا۔ ایک اندازے کے مطابق، کام کرنے کی عمر کے 11 کروڑ 74 لاکھ افراد، جن میں زیادہ تر خواتین شامل ہیں، بلا معاوضہ گھریلو اور دیکھ بھال کے کام میں مصروف تھے۔
- عالمی ادارہ برائے نقلِ مکانی نے رپورٹ کیا کہ 2025 میں کم از کم 109 پاکستانی غیر قانونی طور پر نقلِ مکانی کی کوشش کے دوران ہلاک یا لاپتہ ہوئے۔ یوں، ان ہلاکتوں کے حوالے سے پاکستان ایشیا پیسیفک خطے میں تیسرے نمبر پر رہا۔

معذوری کے ساتھ جیتے افراد

معذوری کا شکار افراد کے لیے خاص طور پر سندھ اور خیبر پختونخواہ میں فلاح و بہبود کے اقدامات کا ایک سلسلہ دیکھنے میں تو آیا تاہم اس کا دائرہ کار بہت محدود تھا، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ریاست حقوق کی بنیاد پر مکمل شمولیت کو یقینی بنانے کی بجائے ٹکڑوں میں امداد تقسیم کرنے کی پالیسی پر گامزن ہے۔

- ایمنسٹی انٹرنیشنل نے بی وائے سی کے معذور کارکن بیبرگ زہری کی حراست کے حوالے سے تشویش کا اظہار کیا۔ تنظیم

کے مطابق، حراست کے دوران بیرگ کی صحت 'شدید خراب' ہونے کے باوجود انہیں ضروری طبی امداد نہیں دی گئی۔

مہاجرین اور اندرونِ ملک بے گھر افراد

- جنوری سے دسمبر کے درمیان پاکستان میں مجموعی طور پر 157,298 افغان شہریوں کو گرفتار کر کے حراست میں لیا گیا۔
- اقوامِ متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) کے مطابق، غیر قانونی غیر ملکیوں کی واپسی کے منصوبے کے مرحلہ 2 اور 3 کے نفاذ کے بعد دس لاکھ سے زائد افغان شہری پاکستان سے واپس گئے۔ نومبر تک سرحدی گزرگاہوں پر بڑی تعداد میں کمزور خاندان فوری انسانی امداد اور تحفظ کے منتظر رہے۔

تعلیم

- پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن کی ایک رپورٹ کے مطابق 5 سے 16 سال کی عمر کے 2 کروڑ 50 لاکھ سے زائد بچے اسکول سے باہر تھے۔
- وزیرِ اعلیٰ بلوچستان نے اعلان کیا کہ ایک سال کے اندر صوبے میں 3,200 غیر فعال اسکول دوبارہ کھول دیے جائیں گے، جبکہ 16,000 اساتذہ کی میرٹ پر بھرتی مکمل کی گئی۔
- حکومتِ سندھ نے 8 کروڑ ڈالر کے "سندھ اسکولز نورشمنٹ پروگرام" کا اعلان کیا، جس کے تحت 1,400 اسکولوں میں 2 لاکھ سے زائد طلبہ کو روزانہ غذائیت سے بھرپور کھانا اور گھر لے جانے کے لیے راشن فراہم کیا جائے گا۔
- پنجاب کے وزیرِ تعلیم کے مطابق سیلاب نے صوبے میں 3,000 سے زائد اسکولوں کو تباہ یا شدید متاثر کیا، جس کے باعث ہزاروں عمارتیں غیر محفوظ یا زیرِ آب آ گئیں۔
- سرکاری تعلیم پر قومی اخراجات میں مسلسل کمی آئی جبکہ شرح خواندگی 60.6 فیصد پر جمود کا شکار رہی۔

صحت

- انسانی حقوق پر کام کرنے والی تنظیموں جیسے کہ ایچ آر سی پی کے مطالبات کے باوجود صحت کے حق کو بنیادی حق کے طور پر تسلیم نہیں کیا گیا۔
- پاکستان کے انسدادِ پولیو پروگرام کے مطابق ملک بھر میں پولیو کے 31 کیسز رپورٹ ہوئے، جو 2024 کے 74 کیسز کے مقابلے میں نمایاں کمی کو ظاہر کرتے ہیں۔ زیادہ تر کیسز خیبر پختونخوا (20) اور اس کے بعد سندھ (9) میں رپورٹ ہوئے جبکہ پنجاب اور گلگت بلتستان میں ایک ایک کیس کی اطلاع ملی۔
- یونیسف کے مطابق تقریباً ایک کروڑ پاکستانی بچے ناقص خوراک کے باعث نشوونما کی کمی (stunting) کا شکار تھے؛ 10 میں سے 8 بچوں کو مناسب خوراک نہیں مل رہی تھی اور پانچ سال سے کم عمر نصف سے زائد بچے ضروری وٹامنز کی کمی سے متاثر تھے۔
- عالمی ادارہ صحت کے مطابق روزانہ تقریباً 675 نومولود بچے اور 27 مائیں قابلِ انسداد پیچیدگیوں کے باعث جان کی بازی ہار جاتی ہیں۔

رہائش، عوامی سہولیات اور شہری ترقی

- 2025 کے اوائل میں گلگت بلتستان میں شدید برفباری کے باعث روزانہ 20 سے 22 گھنٹے کی لوڈشیڈنگ اور سڑکوں کی بندش دیکھنے میں آئی۔
- دریائے سوات میں ایک افسوسناک واقعے کے بعد، جس میں ایک درجن سے زائد سیاح جاں بحق ہوئے تھے، خیبر پختونخوا میں دریا کے کناروں پر بڑے پیمانے پر تجاوزات کے خلاف آپریشن شروع کیے گئے۔
- لاہور میں شہری سماجی کارکنوں اور طلبہ نے تاریخی ناصر باغ میں 123 درختوں کی کٹائی اور منتقلی کے خلاف احتجاج کیا۔ ان کا یہ موقف تھا کہ اس منصوبے سے شہر کے اہم سبز علاقوں میں سے ایک متاثر ہوگا۔
- اگرچہ پنجاب انفورسمنٹ اینڈ ریگولیشن اتھارٹی نے تجاوزات جیسے شہری مسائل کے حل کے لیے گرفتاری اور نگرانی کے اختیارات کے حامل ایک متوازی ادارے کے طور پر کام کیا، تاہم تاجروں کے احتجاج اور عدالتی نگرانی سے متعلق خدشات ظاہر کرتے ہیں کہ اس ادارے کی کارروائیاں اکثر قانون کے معین طریقہ کار کو نظر انداز کرتی ہیں۔
- کراچی میں ٹریفک حادثات میں 800 سے زائد افراد ہلاک ہوئے، جس سے شہری نظم و نسق میں سنگین خامیوں کی عکاسی ہوتی ہے۔

ماحولیات اور موسمیاتی تبدیلی

- 2025 کے مون سون نے تباہ کن اثرات مرتب کیے، جس کے نتیجے میں ملک بھر میں 1,037 افراد ہلاک اور 1,067 زخمی ہوئے۔ خیبر پختونخوا میں سب سے زیادہ 509 اموات ہوئیں، جبکہ پنجاب میں 322 افراد جاں بحق ہوئے۔
- خیبر پختونخوا میں شدید سیلاب کے باعث 323 افراد ہلاک اور 156 زخمی ہوئے، جبکہ ضلع بونیر میں 850 کامیاب ریسکیو آپریشنز کے باوجود 217 اموات رپورٹ ہوئیں۔
- پنجاب میں سب سے زیادہ 665 افراد زخمی ہوئے اور بڑے پیمانے پر نقل مکانی ہوئی، جبکہ 3,900 سے زائد دیہات زیرِ آب آ گئے۔ ملک بھر میں 2 لاکھ 29 ہزار سے زائد مکانات کو نقصان پہنچا اور 22 ہزار سے زائد مویشی ہلاک ہوئے۔
- تقریباً 30 لاکھ افراد کو محفوظ مقامات پر منتقل یا ریسکیو کیا گیا۔ ان میں سے 1 لاکھ 52 ہزار سے زائد بے گھر افراد امدادی کیمپوں میں مقیم رہے۔ پنجاب میں سب سے زیادہ 28 لاکھ افراد متاثر ہوئے، جبکہ سندھ میں تقریباً 1 لاکھ 83 ہزار افراد محفوظ مقامات پر منتقل کیا گیا۔
- محکمہ موسمیات کے مطابق گلگت بلتستان میں درجہ حرارت کے ریکارڈ ٹوٹ گئے اور چلاس میں 48.5 اور بونجی میں 46.1 ڈگری سینٹی گریڈ درجہ حرارت ریکارڈ کیا گیا۔
- ہنزہ میں گلیشیائی جھیل کے پھٹنے سے آنے والے سیلاب نے شاہراہِ قراقرم، زرعی زمین اور بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچایا اور قریبی گھروں کو خطرے سے دوچار کیا۔
- آئی کیو ایئر کے مطابق 2025 میں پاکستان دنیا کا سب سے آلودہ ملک قرار پایا، جہاں پی ایم 2.5 کی سطح عالمی ادارہ صحت کی مقررہ حد سے 13 گنا زیادہ رہی۔

پاکستان اور انسانی حقوق کے عالمی معاہدے

- اکتوبر میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے پاکستان کو تین سالہ مدت، جو یکم جنوری 2026 سے شروع ہونا تھی، کے لیے انسانی حقوق کونسل کا رکن منتخب کیا۔ ایسا چھٹی بار ہوا ہے کہ پاکستان اس عہدے کے لیے منتخب ہوا۔
- ہیومن رائٹس واچ، ایچ آر سی پی اور تشدد کے خلاف عالمی ادارہ سمیت کئی تنظیموں نے تشدد کے خلاف کمیٹی کو اپنی رپورٹس جمع کرائیں، جن میں پولیس کی جانب سے تشدد، جبری اعترافِ جرم اور شکایات کی مؤثر تحقیقات نہ ہونے کی نشاندہی کی گئی۔

انسانی حقوق کے قومی ادارے

- انسانی حقوق کے قومی ادارے مجموعی طور پر تقرری کے غیر شفاف طریقہ کار، غیر محفوظ مدتِ ملازمت اور مالی مسائل جیسے ادارتی مسائل کا شکار رہے، جو ان کی خودمختاری اور کارکردگی کو متاثر کرتے ہیں۔
- گلوبل الائنس آف نیشنل ہیومن رائٹس انسٹی ٹیوشنز نے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کی A درجہ بندی برقرار رکھی۔ تاہم، کمیشن کو فنڈز میں تاخیر اور بعض اہم عہدوں پر عبوری تقرریوں کی وجہ سے انتظامی مشکلات کا سامنا رہا۔
- قومی کمیشن برائے حقوقِ نسواں پورا سال عبوری چیئرپرسن کے تحت کام کرتا رہا اور مستقل چیئرپرسن کی تقرری نہ ہو سکی۔
- دسمبر میں منظور ہونے والے نیشنل کمیشن فار مائناریٹی رائٹس ایکٹ کے تحت اس ادارے کو وزارت کے ماتحت کمیٹی سے ایک خودمختار قانونی ادارے میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس پیش رفت کے باوجود سول سوسائٹی نے بورڈ میں بعض کمیونٹیوں کی عدم شمولیت پر تحفظات کا اظہار کیا۔

اقبال مسیح، غلامی کے خلاف ایک ننھی مگر توانا آواز

اسرار الدین اسرار

شعور نے اس کے اندر آزادی کی تڑپ کو مزید بھڑکا دیا

اقبال مسیح کی کہانی محض ایک بچے کی داستان نہیں بلکہ ظلم کے ایک پورے نظام کے خلاف اعلانِ بغاوت ہے۔ وہ یکم جنوری انیس سو تراسی کو پنجاب کے شہر مرید کے میں ایک غریب مسیحی خاندان میں پیدا ہوا۔ اس کے والد سیف مسیح ایک مزدور تھے جبکہ والدہ عنایت بی بی گھروں میں کام کرتی تھیں۔ غربت، بے بسی اور معاشی تنگی اس خاندان کا مقدر تھی۔

انیس سو چھیاسی میں ایک المناک واقعہ پیش آیا جب اقبال کے والد نے اپنے بیٹے کی شادی کے اخراجات پورے کرنے کے لیے چھ سو روپے قرض لیا اور بطور ضمانت اپنے چار سالہ بیٹے اقبال کو قالین کی فیکٹری کے مالک کے حوالے کر دیا۔ یہ وہ نظام تھا جسے "پیشگی" یا بانڈڈ لیبر کہا جاتا ہے۔ اس قرض پر بھاری سود، جعلی اخراجات اور جرمانے شامل ہوتے گئے اور یوں ایک معمولی رقم بڑھ کر تیرہ ہزار روپے تک جا پہنچی۔

قالین فیکٹری میں اقبال کو روزانہ بارہ سے چودہ گھنٹے تک کام پر مجبور کیا جاتا تھا۔ اسے کھانے کو کم دیا جاتا، معمولی غلطی پر مارا پیٹا جاتا اور بعض اوقات اسے کھڈی (لوم) کے ساتھ زنجیروں سے باندھ دیا جاتا۔ مسلسل مشقت اور بدسلوکی کے باعث اس کی جسمانی نشوونما رک گئی، یہاں تک کہ بارہ سال کی عمر میں بھی وہ چھ سال کے بچے جیسا دکھائی دیتا تھا۔

انیس سو بانوے میں، جب اقبال تقریباً دس برس کا تھا، اسے معلوم ہوا کہ پاکستان کی سپریم کورٹ نے بندھوا مزدوری کو غیر قانونی قرار دیا ہے۔ اس شعور نے اس کے اندر آزادی کی تڑپ کو مزید بھڑکا دیا۔ وہ پہلی بار فرار ہوا مگر پولیس نے اسے دوبارہ فیکٹری پہنچا دیا۔ لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور دوسری بار فرار ہو کر "بانڈڈ لیبر لبریشن فرنٹ (بی ایل ایل ایف)" میں پناہ حاصل کر لی، جس کی قیادت احسان اللہ خان کر رہے تھے۔

بی ایل ایل ایف کے اسکول میں داخل ہو کر اقبال نے حیران کن صلاحیت کا مظاہرہ کیا اور چار سالہ تعلیم صرف دو سال میں مکمل کر لی۔ اب وہ ایک نیا اقبال تھا، باشعور، پُرعزم اور مزاحمت کی علامت۔

انیس سو ترانوے تا انیس سو پچانوے کے دوران، اقبال مسیح ایک متحرک کارکن کے طور پر سامنے آیا۔ اس نے نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں جبری مشقت کے خلاف آواز بلند کی۔ اس نے تین ہزار سے زائد بچوں کو غلامی سے نجات دلانے میں کردار ادا کیا۔ وہ کہتا تھا کہ وہ بڑا ہو کر وکیل بننا چاہتا ہے تاکہ غلام بچوں کو قانونی طور پر آزادی دلوا سکے۔

انیس سو چورانوے میں اقبال امریکہ کے شہر بوسٹن گیا جہاں اسے ریبوک ہیومن رائٹس ایوارڈ سے نوازا گیا۔ اپنی تقریر میں اس نے کہا:

"میں ان لاکھوں بچوں میں سے ایک ہوں جو پاکستان میں جبری مشقت کا شکار ہیں، مگر میں خوش قسمت ہوں کہ آج آزاد ہوں۔"

اسی دوران اس نے سویڈن اور امریکہ سمیت مختلف ممالک کا دورہ کیا اور عالمی سطح پر بچوں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی۔

لیکن یہ جدوجہد زیادہ دیر جاری نہ رہ سکی۔ سولہ اپریل انیس سو پچانوے کو، ایسٹر سنڈے کے دن، اقبال مسیح اپنے گاؤں مرید کے میں سائیکل چلا رہا تھا کہ اسے گولی مار کر قتل کر دیا گیا۔ اس وقت اس کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ اس کے جنازے میں تقریباً آٹھ سو افراد شریک ہوئے جبکہ لاہور میں تین ہزار افراد نے بچوں سے مشقت کے خاتمے کے لیے احتجاج کیا۔

اقبال کی موت کے بعد اس کی جدوجہد کو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا۔ دو ہزار میں اسے بعد از مرگ ورلڈز چلڈرنز پرائز فار دی رائٹس آف دی چائلڈ دیا گیا۔ تیئس مارچ دو ہزار بائیس کو حکومت پاکستان نے اسے بعد از مرگ تمغ ? شجاعت (ستارہ? شجاعت) سے نوازا۔

اقبال مسیح کی قربانی نے دنیا بھر میں تحریکیں جنم دیں۔ اس کی یاد میں کئی تنظیمیں قائم ہوئیں، جن میں اقبال مسیح شہید چلڈرن فاؤنڈیشن قابلِ ذکر ہے، جس نے پاکستان میں بیس سے زائد اسکول قائم کیے۔ اسی طرح کینیڈا کی تنظیم وی چیریٹی اور عالمی ادارہ گڈ ویو انٹرنیشنل (سابقہ رگ مارک) بھی اسی مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

اقبال کے نام سے اسکول کے قیام کی کہانی بھی نہایت متاثر کن ہے۔ انیس سو چورانوے میں امریکہ کی ریاست میساچوسٹس کے شہر کوئنسی کے براڈ میڈوز مڈل اسکول میں اقبال نے طلبہ سے خطاب کیا تھا۔ جب انیس سو پچانوے میں اس کی شہادت کی خبر وہاں پہنچی تو طلبہ شدید غمزدہ ہوئے۔ انہوں نے "پینی پاور" کے نام سے ایک مہم شروع کی، جس میں چھوٹے چھوٹے عطیات جمع کیے گئے۔ اسی رقم سے پاکستان کے شہر قصور میں اقبال مسیح کے نام سے ایک اسکول قائم کیا گیا، تاکہ غریب بچوں کو تعلیم دی جا سکے اور وہ غلامی کے اندھیروں سے نکل سکیں۔

اقبال مسیح کی زندگی مختصر سہی، مگر اس کا پیغام ابدی ہے۔ اس نے ثابت کیا کہ حق کے لیے اٹھنے والی آواز کبھی دبائی نہیں جا سکتی۔ آج بھی جب دنیا میں کہیں کوئی بچہ ظلم کا شکار ہوتا ہے، تو اقبال مسیح کی یاد ایک روشنی بن کر ابھرتی ہے۔

ہر سال سولہ اپریل کو بچوں کی غلامی کے خلاف عالمی دن منایا جاتا ہے، جو پاکستان کے کم عمر مسیحی کارکن اقبال مسیح کی یاد سے منسوب ہے۔

اقبال مسیح کی کہانی لوگوں کو رلانے کے لئے نہیں بلکہ بچوں کی جبری مشقت اور غلامی کے خاتمے کے لئے تجدید عہد کے لئے بیان کی جاتی ہے۔

ماورائے عدالت قتل معمول کا درجہ اختیار کرتے جا رہے ہیں

2026 میں پولیس مقابلوں اور ماورائے عدالت ہلاکتوں پر ایچ آر سی پی کی فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ

تعارف

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو اپنی ایک فیکٹ فائنڈنگ رپورٹ میں معلوم ہوا کہ 2025 میں محکمہ پولیس پنجاب کے کرائم کنٹرول ڈیپارٹمنٹ (سی سی ڈی) کے قیام کے بعد ابتدائی آٹھ ماہ کے دوران کم از کم 670 مسلح مقابلے پیش آئے۔ سی سی ڈی کی سربراہی میں ہونے والے ان مقابلوں میں 924 مشتبہ افراد ہلاک ہوئے۔ سی سی ڈی کے مطابق یہ مشتبہ افراد سنگین جرائم میں ملوث تھے جن میں قتل، رہزنی، زیادتی اور منشیات کی تجارت شامل ہیں۔

پنجاب پولیس میں کرائم کنٹرول ڈیپارٹمنٹ کا قیام اپریل 2025 میں پولیس آرڈر میں ترمیم کے ذریعے عمل میں آیا۔ اس کا مقصد صوبے کو جرائم سے پاک کرنا بتایا گیا۔ تاہم، ایچ آر سی پی کے حقائق معلوم کرنے والے مشن نے مشاہدہ کیا کہ ان مقابلوں میں ہلاکتوں کا نمایاں پہلو جانی نقصان میں شدید عدم توازن ہے۔ جہاں 900 سے زائد مشتبہ افراد مارے گئے، وہیں صرف دو پولیس اہلکار اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ یہ واضح فرق—روزانہ اوسطاً دو سے زائد ہلاکت خیز مقابلوں کے ساتھ—اور مختلف اضلاع میں پولیس کی جانب سے دیے گئے یکساں بیانیے اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ محض انفرادی بدعنوانی کے واقعات نہیں بلکہ ایک منظم اور ادارہ جاتی طرزِ عمل ہے۔

مشن نے سرکاری رپورٹس میں اختیار کیے گئے طریقہ کار کے حوالے سے بھی درج ذیل نکات کی نشاندہی کی:

- کسی بھی ایف آئی آر میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کوئی مشتبہ شخص گرفتاری یا طبی امداد کے لیے زندہ بچا ہو۔
- کسی ایف آئی آر یا پریس ریلیز میں کسی راہگیر یا شہری کے زخمی یا ہلاک ہونے کا ذکر نہیں، حالانکہ مبینہ طور پر مقابلہ ہوا۔
- مشتبہ افراد کی گاڑیوں (عموماً موٹر سائیکلیں) کی تفصیل محض شبہ کو جواز دینے تک محدود رکھی گئی۔
- مبینہ جرائم کو عمومی انداز میں بیان کیا گیا تاکہ جان لیوا طاقت کے استعمال کو بغیر ٹھوس شواہد کے جائز قرار دیا جاسکے۔

یہ رجحان جو ایف آئی آرز اور پریس بیانات میں بار بار دہرایا گیا، اس بات کی مضبوط علامت ہے کہ یہ واقعات مخصوص حقائق کی بنیاد پر نہیں بلکہ ''کاپی پیسٹ'' طرز کی رپورٹنگ کے تحت تیار کیے گئے۔

زبیدہ بی بی کے خاندان کا کیس:
سی سی ڈی کے ہاتھوں ماورائے عدالت قتل

28 نومبر 2025 کو سی سی ڈی نے بہاولپور اور ساہیوال میں بیک وقت چھاپے مارے اور زبیدہ بی بی کے خاندان کے آٹھ مرد افراد کو گرفتار کیا—پانچ ساہیوال سے اور تین بہاولپور سے۔ زبیدہ بی بی کے مطابق مسلح اہلکار بغیر وارنٹ گھروں میں داخل ہوئے، موبائل فون، نقدی، زیورات اور جہیز کا سامان ضبط کیا، اور زیر حراست افراد کو لاہور میں سی سی ڈی کے دفتر منتقل کیا۔

زبیدہ بی بی کے بیان کے مطابق، گرفتاری کے 24 گھنٹوں کے اندر پانچ افراد مختلف اضلاع میں علیحدہ علیحدہ مقابلوں میں ہلاک کر دیے گئے۔ ان میں ان کے تین بیٹے—عمران (25)، عرفان (23) اور عدنان (18)—اور دو داماد (نذیر اور حسن جہانگیر) شامل تھے۔ انہوں نے ایچ آر سی پی کے مشن کو بتایا:

''انہوں نے بہاولپور میں ہمارے گھر پر دھاوا بولا اور ہمارا سب کچھ لے گئے۔ ہم لاہور تک ان کے پیچھے گئے اور اپنے بیٹوں کی رہائی کی بھیک مانگی۔ اگلی صبح ان میں سے پانچ مردہ تھے۔''

باقی تین افراد—اصغر، سلیم اور جاوید—کو بعد میں عدالت میں پیش کیا گیا اور ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ زبیدہ بی بی کے شوہر عبدالجبار نے کہا: میرے بیٹوں کا کوئی مجرمانہ ریکارڈ نہیں تھا۔ وہ محنت کش تھے، شادی شدہ اور بچوں والے تھے۔ اب ان کے خاندان کے بائیس بچے یتیم ہو چکے ہیں۔ خاندان کے مطابق سی سی ڈی اہلکاروں نے ابتدا میں لاشیں دینے سے انکار کیا اور عدالتی مداخلت کے بعد لاشیں حوالے کیں۔ زبیدہ بی بی کے مطابق لاشوں کی حالت انتہائی خراب تھی، جو طویل حراست اور ممکنہ تشدد کی نشاندہی کرتی ہے۔ مزید یہ کہ خاندان پر فوری تدفین کے لیے دباؤ ڈالا گیا اور آزادانہ پوسٹ مارٹم کی اجازت نہیں دی گئی۔

زبیدہ بی بی نے کہا:

''جب میں نے ملوث اہلکاروں کے خلاف مقدمہ درج کروانے کی درخواست دی تو پولیس نے دھمکی دی کہ اگر میں نے کیس واپس نہ لیا تو میرے باقی خاندان کو بھی مار دیا جائے گا''۔

ادارہ جاتی ردعمل اور قانونی نکات

ایچ آر سی پی نے سفارش کی ہے کہ 900 سے زائد ہلاکتوں کی تحقیقات کے لیے ایک بااختیار تحقیقاتی کمیشن قائم کیا جائے، تاکہ:

- مسلح مقابلوں کے نمونے کا تعین کیا جاسکے
- ذمہ دار اہلکاروں کا تعین ہو
- احکامات کے ادارہ جاتی سلسلے کا سراغ لگایا جاسکے
- اور قانونی محاسبے کو یقینی بنایا جاسکے

مزید برآں، مشن نے مطالبہ کیا کہ وفاقی تحقیقاتی ایجنسی آزادانہ تحقیقات شروع کرے، جن کی نگرانی قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کرے، جیسا کہ تشدد کے انسداد کے قانونی ڈھانچے کے تحت تقاضا ہے۔ ان تحقیقات میں فرانزک تجزیے، آزادانہ پوسٹ مارٹم، گواہوں کے بیانات، اور پیش رفت کی سہ ماہی عوامی رپورٹس شامل ہونی چاہئیں۔

پنجاب پولیس نے ایچ آر سی پی کی رپورٹ کو مسترد کر دیا ہے اور اس پالیسی کو جاری رکھنے کا عندیہ دیا ہے۔ وفاقی حکومت نے، جس کے دائرہ اختیار میں ایف آئی اے اور این سی ایچ آر آتے ہیں، تاحال کوئی باضابطہ ردعمل نہیں دیا۔ اسی دوران صوبے میں ہلاکت خیز مقابلے جاری ہیں۔ حزب اختلاف کے اراکین کی جانب سے پنجاب اسمبلی میں اس معاملے پر بحث کا مطالبہ کیا گیا، تاہم اسے نظرانداز کیا گیا۔ ایک رکن اسمبلی نے اسپیکر کو خط میں کہا کہ سی سی ڈی نے عدلیہ کا کردار غصب کر لیا ہے۔

قانونی خلاء

قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے پاس از خود (سوموٹو) کارروائی کا اختیار موجود ہے، مگر یہ اختیار بعض قوانین میں واضح طور پر دہرایا نہیں گیا۔ مزید یہ کہ ایف آئی اے کو نظام سے نوعیت کی خلاف ورزیوں کی تحقیقات شروع کرنے کا مکمل اختیار حاصل نہیں۔

فوجداری ضابطہ (سی آر پی سی) کی متعلقہ دفعات، جیسے کہ دفعہ 174 اور 176 (موت کی وجہ کی عدالتی تحقیقات)، کو مؤثر طور پر نافذ کرنے کے لیے مزید قانونی وضاحت درکار ہے۔

سفارشات

- تشدد اور ماورائے عدالت قتل (خصوصاً جعلی مقابلوں) کی منظم تحقیقات کے لیے قانون میں ترمیم کر کے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور وفاقی تحقیقاتی ایجنسی کو از خود کارروائی کے وسیع اختیارات دیے جائیں۔
- سی آر پی سی کی متعلقہ دفعات (174 اور 176) کو واضح طور پر شامل کیا جائے تاکہ مجسٹریٹس اپنی تحقیقات کے نتائج این سی ایچ آر اور ایف آئی اے کو منتقل کرسکیں۔
- ایف آئی اے، این سی ایچ آر ضلعی مجسٹریٹس اور پولیس حکام کو انسانی حقوق کے بین الاقوامی معاہدات (خصوصاً تشدد کے خلاف کنونشن) کے تحت ان ذمہ داریوں سے آگاہ کرنے کے لیے تربیت فراہم کی جائے۔
- ایسا مؤثر نظام وضع کیا جائے جو ان سرکاری اہلکاروں کو تحفظ فراہم کرے جو کسی غیر اعلانیہ سرکاری پالیسی یا اعلیٰ حکام (خواہ سیاسی ہوں یا انتظامی) کے احکامات پر عمل کرنے سے انکار کرتے ہیں، خصوصاً جب ایسے احکامات ماورائے عدالت قتل کے لیے مسلح مقابلوں سے متعلق ہوں۔
- صوبائی سطح کے انسانی حقوق کے ادارے (جیسا کہ صوبہ سندھ میں قائم ماڈلز) قائم کیے جائیں تاکہ قومی کمیشن برائے انسانی حقوق کے کام کو تقویت دی جاسکے اور اسے مؤثر معاونت فراہم ہو۔
- تشدد اور ماورائے عدالت قتل کے متاثرین، ان کے خاندانوں، اور پولیس کارروائیوں و مقابلوں کی قانونی حیثیت کو چیلنج کرنے والے افراد کے لیے گواہوں اور مخبروں (whistleblowers) کے تحفظ کے جامع پروگرام تشکیل دیے جائیں۔

عورتیں

رکن ممالک لڑکیوں کے جنسی وصنفی استحصال کو روکیں، یواین ویمن

صنفی مساوات کے لیے اقوام متحدہ کے ادارے 'یواین ویمن' نے رکن ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ لڑکیوں کو ہر قسم کے استحصال، زیادتی اور نقصان دہ رسوم ورواج سے محفوظ رکھنے کے لیے تمام ضروری اقدامات کریں۔خواتین کے خلاف امتیازی سلوک کے خاتمے سے متعلق ادارے کی کمیٹی (سی ای ڈی اے ڈبلیو) نے نیدرلینڈز میں خواتین اور لڑکیوں کی صورتحال سے متعلق اپنے مشاہدات سے متعلق دستاویز میں نابالغوں اور لڑکیوں سے متعلق ایک غلطی پر تصیح جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ لڑکیوں کے حقوق کے تحفظ کے حوالے سے اپنے واضح موقف کا اعادہ کرتی ہے۔خواتین کے خلاف ہر طرح کے امتیازی سلوک کے خاتمے سے متعلق کنونشن کی شق 6 کے تحت کمیٹی نے واضح کیا ہے کہ جسم فروشی کے تمام استحصالی پہلو خواتین اور لڑکیوں کے انسانی حقوق سے متصادم ہیں۔کمیٹی انسانی سمگلنگ کی ہر شکل سے خواتین اور لڑکیوں کے تحفظ کو مزید مضبوط بنانے کے اپنے مطالبے پر قائم ہے۔

عزت، تحفظ اور انصاف

کمیٹی کی جانب سے کہا گیا ہے کہ اس کی دستاویزات میں 'سیکس ورک' کا ذکر کسی بھی صورت میں اس صنعت کی تائید یا فروغ کے طور پر نہ لیا جائے۔ایسے حوالے ملک کے مخصوص حالات کے مطابق اور ان قانونی ڈھانچے سے متعلق ہوتے ہیں جن کا جائزہ لیا جا رہا ہوتا ہے۔ان کا مقصد جامع اور انسانی حقوق پر مبنی نقطہ نظر اپنانا ہے تاکہ خواتین کی عزت، تحفظ اور انصاف تک رسائی کو یقینی بنایا جا سکے۔ان میں وہ خواتین بھی شامل ہیں جو متعلقہ قانونی نظام کے تحت خود کو سیکس ورکر سمجھتی ہیں۔کمیٹی نے کہا ہے کہ وہ ہم آہنگی اور تسلسل کی اہمیت کو بھی تسلیم کرتی ہے۔انسانی حقوق کے دیگر معاہدوں کی طرح 'سی ای ڈی اے ڈبلیو' بھی ایک زندہ دستاویز ہے جس کی تشریح حالات کے مطابق کی جانی چاہیے اور اس کے تحت محفوظ حقوق کو موجودہ حالات کے تناظر میں لاگو کیا جانا چاہیے۔بیان میں کہا گیا ہے کہ کمیٹی تمام متعلقہ فریقین کے ساتھ کھلے، تعمیری اور باوقار مکالمے کے فروغ کے لیے پرعزم ہے۔

(بشکریہ یواین خبرنامہ)

نوعمری کی شادیاں اور جبری تبدیلی مذہب باعث تشویش، ماہرین

گزشتہ سال پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کے متاثرین میں تقریباً 75 فیصد ہندو اور 25 فیصد مسیحی خواتین اور لڑکیاں تھیں۔ انسانی حقوق پر اقوام متحدہ کے ماہرین نے پاکستان میں اقلیتی برادریوں سے تعلق رکھنے والی خواتین اور لڑکیوں کے اغوا اور بذریعہ شادی ان کے مذہب کی جبری تبدیلی کے واقعات پر سخت تشویش کا اظہار کیا ہے۔ماہرین نے کہا ہے کہ مذہب یا عقیدے کی کوئی بھی تبدیلی جبر سے پاک ہونا ضروری ہے اور شادی کے لیے مکمل اور آزادرضامندی ہونی چاہیے جو اس صورت میں قانونی طور پر ممکن نہیں جب متاثرہ لڑکی نوعمر ہو جبکہ عدم احتساب کے باعث پاکستان میں ایسے افعال کا بے دھڑک ارتکاب جاری ہے۔گزشتہ سال پاکستان میں جبری تبدیلی مذہب کے متاثرین میں تقریباً 75 فیصد ہندو اور 25 فیصد مسیحی خواتین اور لڑکیاں تھیں۔ایسے تقریباً 80 فیصد واقعات صوبہ سندھ میں پیش آئے۔ان میں خاص طور پر 14 سے 18 سال کی عمر کی لڑکیاں نشانہ بنتی رہی ہیں اور بعض واقعات میں ان کی عمر اس سے بھی کم عمر ہوتی ہے۔غربت اور سماجی پسماندگی کا شکار خواتین اور لڑکیوں کے لیے خطرہ کہیں زیادہ ہے جنہیں جسمانی و جنسی تشدد، استحصال، سماجی بدنامی اور شدید ذہنی صدمے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔یہ خواتین اور لڑکیاں مسلسل خوف میں زندگی گزارتی ہیں، جبر کا سامنا کرتی ہیں، اور پدرشاہی وسیاسی دباؤ کے باعث اپنی مذہبی آزادی اور خودمختاری سے محروم ہو جاتی ہیں۔یہ سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

حکومت سے مطالبہ

ماہرین نے کہا ہے کہ انسانی حقوق کی ان سنگین پامالیوں کی وسعت اور تسلسل سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم خواتین اور لڑکیوں کے خلاف بنیادی امتیاز موجود ہے جنہیں اکثر مسلم مردوں سے شادی کے لیے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

انہوں نے پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ:

- جبری تبدیلی مذہب کے خاتمے کے لیے کوششیں تیز کی جائیں
- تمام صوبوں اور علاقوں میں شادی کی کم از کم عمر 18 سال مقرر کی جائے
- جبری تبدیلی مذہب کو الگ قابل سزا جرم قرار دیا جائے
- انسانی سمگلنگ اور جنسی تشدد سے متعلق قوانین پر موثر عملدرآمد کیا جائے۔

موثر نفاذ قانون پر زور

اقوام متحدہ کے ماہرین نے تشویش ظاہر کی ہے کہ قانون نافذ کرنے والے ادارے عام طور پر متاثرہ خاندانوں کی شکایات کو نظرانداز کر دیتے ہیں، بروقت تحقیقات یا قانونی کارروائی نہیں کرتے اور متاثرین کی عمر کا درست تعین کرنے میں بھی کوتاہی برتتے ہیں۔انہوں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ متاثرین کے لیے جامع، باہم مربوط اور صنفی اعتبار سے حساس مددگار نظام فراہم کیا جائے جس میں محفوظ پناہ گاہیں، قانونی مدد، نفسیاتی مشاورت اور بحالی کے پروگرام شامل ہوں اور بچوں کے تحفظ پر خاص توجہ دی جائے۔ماہرین کے مطابق، حکومت اب تک اس مسئلے کی بنیادی وجوہات، جیسا کہ صنفی عدم مساوات، پدرشاہی روایات، غربت، سماجی اخراج، مذہبی اقلیتوں کے خلاف امتیاز، عدم برداشت اور سزا سے بچ نکلنے کے رجحان پر موثر طریقے سے قابو نہیں پا سکی۔انہوں نے زور دیا ہے کہ مذہب یا عقیدے کی آزادی اور برابری کو بلاامتیاز سب کے لیے یقینی بنایا جانا چاہیے۔ماہرین نے یہ خدشات حکومت پاکستان کو بھیجے گئے مراسلے میں ظاہر کیے ہیں۔

غیر جانبدار ماہرین واطلاع کار

غیر جانبدار ماہرین یا خصوصی اطلاع کار اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے خصوصی طریقہ کار کے تحت مقرر کیے جاتے ہیں جو اقوام متحدہ کے عملے کا حصہ نہیں ہوتے اور اپنے کام کا معاوضہ بھی وصول نہیں کرتے۔

(بشکریہ یواین خبرنامہ)

یکم مئی۔ محنت کشوں کا عالمی دن

محنت کشوں کی نمائندہ تنظیموں، ترقی پسند سیاسی جماعتوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے ملک کے مختلف حصوں میں تقاریب کا اہتمام کیا گیا

ٹنڈومحمد خ آل پاکستان واپڈا ہائیڈرو الیکٹرک ورکرز یونین سی بی اے حیسکو ڈویژن ٹنڈو محمد خان کی جانب سے شکاگو کے شہید مزدوروں کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے گرڈ اسٹیشن سے سجاول چوک تک ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں بڑی تعداد میں ورکروں اور عہدیداروں نے شرکت کی۔ اس موقع پر ڈویژنل چیئرمین زاہد علی کھوسو، ڈویژنل جنرل سیکرٹری عبدالعزیز میمن، ارجن کمار ڈویژنل وائس چیئرمین، محمد یونس نظامانی چیئرمین سب ڈویژن 2، رشید احمد میمن چیئرمین سب ڈویژن ون، سجاد علی سٹھیو چیئرمین بلڑی شاہ کریم، ماجد علی چیئرمین ڈویژن، فیاض علی میمن جنرل سیکرٹری سب ڈویژن ون، عابد علی ہالیپوٹو جنرل سیکرٹری سب ڈویژن 2 میر عامر ٹالپر جنرل سیکرٹری سب ڈویژن بلڑی شاہ کریم، عبدالرؤف کمبھار جنرل سیکرٹری ماتلی اور میر ظہیر ٹالپر جوائنٹ سیکرٹری سب ڈویژن ون نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یکم مئی یوم مزدور ہمیں اُن عظیم مزدور شہداء کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے جنہوں نے شکاگو کی سرزمین پر اپنے حقوق کے لیے جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

ان کی جدوجہد نے دنیا بھر کے محنت کشوں کو حوصلہ، شعور اور اتحاد کا درس دیا۔ پاکستان سمیت کئی ممالک میں آج بھی مزدوروں کو مسائل درپیش ہیں، جیسے کہ کم اجرت، غیر محفوظ کام کا ماحول اور سماجی تحفظ کی کمی۔ اس لیے یوم مزدور صرف ایک یادگار دن نہیں بلکہ ایک عہد کا دن بھی ہے کہ ہم مزدوروں کے حقوق کے تحفظ اور بہتری کے لیے عملی اقدامات کریں۔ یومِ مزدور کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ماضی میں مزدوروں کو انتہائی سخت حالات میں کام کرنا پڑتا تھا۔ طویل اوقاتِ کار، کم اجرت اور بنیادی سہولیات کی کمی عام بات تھی۔ ایسے حالات کے خلاف مزدوروں نے متحد ہو کر احتجاج کیا اور اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کی۔ انہی کوششوں کے نتیجے میں آج دنیا کے بیشتر ممالک میں مزدوروں کے حقوق کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم محنت کشوں کی عزت کریں، ان کے حقوق کا خیال رکھیں اور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیں جہاں ہر مزدور کو انصاف، تحفظ اور عزت میسر ہو۔ یہی یومِ مزدور کا اصل پیغام ہے۔

(محمد رمضان شورو)

سانگھڑ عوامی ورکرز پارٹی نے سانگھڑ میں یوم مئی (مزدوروں کے عالمی دن) کے موقع پر ایک شاندار ریلی نکالی۔ ریلی میں کارکنوں، سماجی کارکنوں، سیاسی رہنماؤں اور شہریوں کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ شرکاء نے بینرز اور پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے جن پر مزدوروں کے حقوق، مہنگائی کے خاتمے اور روزگار کی فراہمی کے مطالبات درج تھے۔ ریلی کے دوران "مزدوروں کو حقوق دو" اور "بجلی سستی کرو" جیسے نعرے بھی لگائے گئے۔ پریس کلب پہنچنے پر ریلی نکالی گئی، جہاں عوامی ورکرز پارٹی کے رہنما قاضی علی نواز، میر حسن سریوال، خلیل بلوچ، قیوم لینڈر، عظیم رونجو، میر حسن مری اور وحید بگٹی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج بھی پاکستان میں محنت کش طبقہ شدید مسائل کا شکار ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ مزدوروں کو ان کی محنت کے مطابق اجرت نہیں مل رہی جبکہ مہنگائی نے عام آدمی کا جینا مشکل کر دیا ہے۔ بجلی اور گیس کی بڑھتی ہوئی قیمتوں نے غریبوں کو پریشانی میں ڈال دیا ہے اور بے روزگاری بھی بڑا مسئلہ بن گئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت فوری طور پر مفت تعلیم اور صحت کی سہولیات فراہم کرے تاکہ غریب بھی بہتر زندگی گزار سکیں۔ آخر میں رہنماؤں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ محنت کشوں کے حقوق کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گے اور ہر فورم پر آواز بلند کریں گے۔

(ابراہیم خلجی)

نوشکی یوم مئی مزدور ڈے کے حوالے بلوچستان کنفیڈریشن کے زیر اہتمام اریگیشن آفس کے احاطے میں ریلی نکالی گئی۔ ریلی سے بلوچستان کنفیڈریشن کے رہنما احمد جان بلوچ، بلوچستان نیشنل پارٹی کے رہنما میر خورشید جمالدینی، بلوچستان عوامی پارٹی کے ضلعی صدر چیرمین میر عبدالرحمان لانگو، مزدور رہنما عبدالرزاق زہری، ایچ آر سی پی کے کوآرڈینیٹر سعید بلوچ علی اکبر، کامریڈ جمیل بلوچ اور دیگر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کسی بھی ملک کی معیشت کی بہتری ترقی اور خوشحالی میں مزدور طبقے کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

ہمارا محنت کش طبقہ آج بھی اپنے بنیادی حقوق کی جنگ لڑنے پر مجبور ہے۔ حکمران طبقہ اور افسر شاہی کو تمام مراعات میسر ہے مہنگائی تاریخ کے بلند ترین سطح پر پہنچ گئی ہے۔ موجودہ سلیکٹڈ فارم 47 کی حکومت نے جب سے اقتدار سنبھالا ہے مزدوروں کی فلاح و بہبود کے بجائے مزدور کش پالیسیوں پر عمل پیرا ہے۔ جسکی واضح مثال یہ ہے کہ وہ ہر سال یوم مئی کے موقع پر پیٹرولیم کی موضوعات کی قیمتوں میں اضافہ کر کے مزدور دشمنی کی روش برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ مزدور کسی بھی معاشرے کی ترقی میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں ان کے بغیر ترقی اور خوشحالی کا سفر مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ نوشکی میں گزشتہ چار ماہ کے طویل لاک ڈاؤن کی وجہ سے دیہاڑی دار طبقہ نان شبینہ کا محتاج ہو گیا ہے۔ ان کے گھروں کے چولہے بجھ گئے ہیں۔ مزدور طبقہ فاقہ کشی پر مجبور ہے۔ 21 ویں صدی میں بھی مزدوروں کے بچے تعلیم، صحت اور دیگر بنیادی سہولیات سے محروم ہیں جبکہ حکمرانوں کے کتوں کو بھی تمام سہولیات میسر ہیں۔ پیپلز پارٹی کی حکومت نے مزدوروں کے حقوق کے لیے اعلانات ضرور کیے لیکن پارٹی سرمایہ دار، جاگیردار اور سرمراجوں کے قبضے میں تھی جنھوں نے پارٹی منشور اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کے بجائے اپنے ذاتی مفادات کو ترجیح دی جس کی وجہ سے مزدور طبقہ مزید مشکلات اور مصائب سے دوچار ہوا۔ اب بھی بلوچستان میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ وفاق سمیت تین صوبوں کے ملازمین کو ڈی آر اے الاؤنس ایک سال سے مل رہا ہے لیکن بلوچستان کے ملازمین کو اس حق محروم رکھا گیا ہے جو بلوچستان کے ملازمین کے ساتھ ظلم زیادتی ناانصافی اور انسانی حقوق کے خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔ ملازمین اپنے جائز آئینی اور قانونی حق کے لیے احتجاج کرتے ہیں تو ہمارے اساتذہ اکرام پروفیسروں اور دیگر ملازمین کو سڑکوں پر گھسیٹا جاتا ہے۔ مقررین نے مطالبہ کیا موجودہ مہنگائی کے تناسب سے ملازمین کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے اور بلوچستان کے ملازمین کو ڈی آر اے الاؤنس کی ادائیگی ترجیحی بنیادوں پر عمل میں لائی جائے۔ نوشکی میں طویل لاک ڈاؤن ختم کیا جائے۔ مقررین نے کہا کہ مزدور اپنے حقوق کے حصول کے لیے اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی جد وجہد تیز کریں تو کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

(محمد سعید)

کراچی جنگی جنون، ماحولیاتی تباہی اور شدید معاشی بحران سرمایہ دارانہ نظام کی دین ہیں، جبکہ دنیا کا امن، اس کی بقا اور سماجی انصاف کا حصول سرمایہ داری کے خاتمے سے مشروط ہے۔ یکم مئی کے مزدور شہداء نے آج سے ایک سو چالیس سال پہلے سرمایہ دارانہ جبر کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا، جو آج بھی محنت کشوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن پاکستان (این ٹی یو ایف) اور ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن (ایچ بی ڈبلیو ڈبلیو بی) اور دیگر تنظیموں کے زیرِ اہتمام منعقدہ "مزدور ریلی" سے خطاب کرتے ہوئے محنت کشوں، سیاسی و انسانی حقوق کے نمائندوں نے کیا۔ یکم مئی کے شہداء کی یاد میں نکالی جانے والی ریلی کی قیادت فیڈریشن کے بزرگ رہنما کامریڈ گل رحمان اور انڈسٹریل گلوبل یونین، ٹیکسٹائل گارمنٹس، شوز اینڈ لیدر سیکٹر کی کوچیئر پرسن کامریڈ زہرا

خان کر رہی تھیں۔ ریلی میں ہزاروں کی تعداد میں مختلف صنعتی اداروں کے محنت کشوں، صحافیوں، اساتذہ، وکلاء، سیاسی کارکنوں اور خواتین مزدوروں نے شرکت کی۔ ریلی کے شرکاء نے سرخ پرچم، اپنے مطالبات پر مبنی بینرز اور پوسٹر اٹھا رکھے تھے۔ ریلی کے شرکاء نے انقلابی رہنماؤں جن میں کارل مارکس، لینن، روز الکسمبرگ، چی گویرا، فیڈل کاسترو، ہوگو شاویز، حسن ناصر شہید، نذیر عباسی شہید، مائی بختاور، کامریڈ حیدر بخش جتوئی، کامریڈ شانتی بخاری اور دیگر شامل تھے، کی تصاویر والے پوسٹر اٹھا رکھے تھے۔

ریگل چوک سے شروع ہونے والی ریلی کا اختتام کراچی پریس کلب پر ہوا، جہاں ایک بڑے مزدور اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے مزدور رہنماؤں نے کہا کہ شکاگو کے مزدوروں نے اوقاتِ کار اور حالاتِ کار میں بہتری کے لیے جس جدوجہد کا آغاز کیا تھا، وہ آج دنیا بھر میں جنگ باز جارح قوتوں، مذہبی غارت گروں، ماحولیاتی تباہی پھیلانے والی کمپنیوں اور سرمایہ داری کے خاتمے کی جدوجہد میں تبدیل ہو چکی ہے۔ انہوں نے موجودہ بین الاقوامی صورتِ حال پر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ منافع کی ہوس اور قوموں کے توانائی و معدنی وسائل پر تسلط کی سامراجی جبلت نے جنگوں، نسلی فسادات اور عقائد کی بنیاد پر نفرتوں کو فروغ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہاں ایک طرف اس صورتِ حال کا سب سے زیادہ شکار محنت کش ہیں، تو دوسری جانب دنیا بھر میں فوجی اخراجات ریکارڈ 2 اعشاریہ 9 ٹریلین ڈالرز تک بڑھا دیے گئے ہیں، جبکہ پاکستان نے بھی اپنے دفاعی اخراجات میں 11 فی صد اضافہ کر دیا ہے، جبکہ دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کو صحت و تعلیم کی سہولیات فراہم کرنے کے لیے اس سے کم رقم درکار ہے۔ انہوں نے موسمیاتی تبدیلیوں کو مزدور تحریک کے لیے نہایت اہم مسئلہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ ماحولیاتی تباہی کے متاثرین میں اکثریت محنت کش طبقے کی ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے 2030ء تک 8 کروڑ فل ٹائم ورکرز بے روزگار ہو جائیں گے، اور اگر زرعی و تعمیراتی مزدوروں کو سایہ کی سہولیات میسر نہ آئیں تو اندازہ ہے کہ آنے والے برسوں میں 13 کروڑ فل ٹائم ورکرز کو کام نہیں ملے گا۔ انہی موسمیاتی تبدیلیوں کے نتیجے میں ہر سال 19 ہزار ورکرز ہلاک ہو رہے ہیں۔ ملک میں مزدوروں کو درپیش مسائل پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے مقررین نے کہا کہ پاکستان نے آئی ایل او کے 36 کنونشنز، بشمول 8 بنیادی کنونشنز، کی توثیق کی ہے، جی ایس پی پلس کے تحت لیبر قوانین کی پاسداری کا عہد کیا ہے اور ملکی لیبر قوانین بھی موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود ساڑھے 8 کروڑ سے زائد لیبر فورس کے لیے فیکٹریاں، کارخانے اور کارگاہیں بیگار کیمپ کا منظر پیش کر رہے ہیں۔ غیر انسانی اور غیر قانونی ٹھیکہ داری نظام کے تحت کام کرنے والے مزدوروں کو عدالتیں بھی غلامی قرار دے چکی ہیں، لیکن اس مزدور دشمن نظام کو قانونی شکل دینے کے لیے لیبر کوڈ مسلط کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔ 99 فی صد ورکرز یونین سازی جیسے بنیادی آئینی حق سے محروم ہیں، جبکہ 95 فی صد سے زائد ورکرز تحریری تقرر ناموں، سوشل سیکورٹی اور پنشن جیسے قانونی حقوق سے محروم ہیں۔ 8 گھنٹے ڈیوٹی، ڈبل اوور ٹائم اور بمعہ اجرت ہفتہ وار تعطیل خواب بن کر رہ گئے ہیں۔ محنت کش عورتوں کو یکساں کام کی اجرت مرد مزدوروں سے کم دی جاتی ہے اور کارگاہوں میں جنسی ہراسگی و تشدد معمول بن چکا ہے۔ کام کی جگہوں پر صحت و سلامتی اور زندگی کے تحفظ کی صورتِ حال ناگفتہ بہ ہے، جس کی وجہ سے صنعتی سانحات اور ان میں جاں بحق و زخمی ہونے والے مزدوروں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ ہر ایک لاکھ مزدوروں میں سے 1136 مزدور کام کے دوران حادثے کا شکار ہوتے ہیں، جبکہ ملکی معیشت کا نقصان کل جی ڈی پی کا تقریباً 2 سے 4 فی صد ہوتا ہے۔ مزدوروں کی بہبود کے لیے قائم اداروں میں بدانتظامی، بدعنوانی اور لوٹ مار کے ریکارڈ قائم ہو رہے ہیں۔ ورکرز ویلفیئر بورڈ میں ای بائیک، نئے دفتر اور سلائی مشینوں کی خریداری، حادثاتی ہیلتھ اسکیم اور پرانی عمارتوں کی مرمت کے نام پر 25 ارب سے زائد کی خطیر رقم خرد برد کی گئی ہے، جبکہ سندھ سوشل سیکورٹی انسٹی ٹیوٹ کے اسپتال میں مجرمانہ غفلت کے نتیجے میں درجنوں بچے ایچ آئی وی جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

ریلی میں مطالبہ کیا گیا کہ:

1- ٹھیکہ داری نظام ختم کیا جائے۔
2- پیٹرولیم مصنوعات میں اضافہ واپس لیا جائے۔
3- کم از اجرت کی جگہ مزدوروں کو لیونگ ویج کی بنیاد پر ادائیگی کی جائے۔
4- تمام ورکرز کو تحریری تقرر نامے، سوشل سیکورٹی اور پنشن کے اداروں سے رجسٹرڈ کیا جائے۔
5- یونین سازی کے حق کو تسلیم کیا جائے۔
6- کام کی جگہوں کو محفوظ بنایا جائے۔
7- مزدور عورتوں کے خلاف ہراسگی ختم کی جائے اور یکساں کام کی یکساں اجرت دی جائے۔
8- سندھ ورکرز ویلفیئر بورڈ میں ہونے والی میگا کرپشن کی آزادانہ تحقیقات کرائی جائے، ملوث عناصر کو قانون کے مطابق سزا دی جائے اور لوٹی رقم واپس ادارے کو لوٹائی جائے۔
9- پیکا ایکٹ واپس لیا جائے اور نویں ویج بورڈ کا اعلان کیا جائے۔
10- یونین رہنماؤں کے خلاف انتقامی کارروائیاں، بشمول جبری تبادلے اور تقرریاں روکی جائیں۔
11- پبلک اداروں کی نجکاری کا عمل فی الفور روکا جائے۔
12- پاکستان ریلوے میں سی بی اے کے تعین کے لیے جلد از جلد ریفرنڈم کروایا جائے۔
13- این آر سی کا چیئرمین اور ممبران فی الفور تعینات کیے جائیں۔
14- ایران، وینزویلا، کیوبا، لبنان اور فلسطین سمیت دیگر ممالک کے خلاف جارحیت روکی جائے۔
15- ایرانی عوام کی سامراج دشمن اور ایران میں جمہوریت کی جدوجہد کی حمایت کی جائے۔
16- امریکی صدر ٹرمپ کے خلاف نسل کشی اور جنگی جرائم کا مقدمہ عالمی عدالتِ انصاف میں دائر کیا جائے۔
17- ملک میں مذہبی جنونیت روکی جائے۔
18- کامریڈ شبیر میار، کامریڈ احسان علی ایڈووکیٹ سمیت تمام سیاسی و سماجی رہنماؤں کو فی الفور رہا کیا جائے۔
19- ماحولیاتی تباہی کے ذمہ داروں کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے اور تمام ماحول دشمن آبی و دیگر منصوبوں پر عمل درآمد روک دیا جائے۔

ریلی سے ناصر منصور (نیشنل ٹریڈ یونین فیڈریشن)، نسیم راو (پاکستان ورکرز فیڈریشن)، رفیق بلوچ (این ٹی یو ایف)، زہرا خان (ہوم بیسڈ وومن ورکرز فیڈریشن)، منظور رضی (ریلوے ورکرز یونین)، کامریڈ رمضان میمن، ثنائیہ رمضان (عوامی پارٹی)، خالد زدران (عوامی حقوق)، ڈاکٹر اصغر علی دشتی (اردو یونیورسٹی ٹیچرز ایسوسی ایشن)، طاہر خان، سردار لیاقت (پاکستان فیڈریل یونین آف جرنلسٹس)، شکیل کانگا (جنگ ایمپلائز یونین)، غلام محبوب (پی سی ورکرز یونین)، ریاض عباسی (اٹلس بیٹری ایمپلائز یونین)، بشیر محمودانی (شپ بریکنگ ورکرز یونین)، بچل سیٹھو (سیرال فارما ایمپلائز یونین)، بخت زمین (سائٹ لیبر فورم)، نور زمان (ولیدس ایمپلائز یونین)، گل بخت (ای ایس ایس آئی ٹی ایمپلائز یونین)، سعید بلوچ (پی ایف ایف)، محمد عثمان (آئی یو ایف)، قاضی خضر (ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان)، عباس حیدر (پائلر)، عزیز (پاکستان پیپرمل یونین)، عاقب حسین (آلٹرنیٹ)، سائرہ فیروز (یونائیٹڈ ورکرز یونین)، جمیلہ عبداللطیف (چوڑی ورکرز یونین)، بلاول خان، اقبال ابڑو، ہمت پھلپھوٹو، راہیل ابڑو (ٹیکسٹائل اینڈ گارمنٹ ورکرز یونین)، پروین بانو، عینی محمد یونس (زردوزی ورکرز یونین)، محمد صدیق، حسنہ خاتون (بلدیہ فیکٹری فائر ایسوسیشن)، ایڈووکیٹ احسن، نور الدین اور اشفاق ملک اور دیگر رہنماؤں نے خطاب کیا۔

(بشکریہ روزنامہ جسارت)

کشمیر میں سرحد پار سے آخری دیدار: ’بھائی کے ماتھے پر بوسہ بھی نہ دے سکی، یہ کیسی تقسیم ہے‘

جب انڈیا کے زیرِ انتظام کشمیر کے علاقے کیرن میں راجہ لیاقت علی خان کی وفات ہوئی تو تجہیز و تکفین سے قبل ایک بڑا مسئلہ درپیش تھا۔ کیرن کا خطہ انڈیا اور پاکستان کے درمیان چند میٹر چوڑے دریائے نیلم سے بٹا ہوا ہے۔ لیاقت کے والدین اور بہن بھائی 1990 میں مسلح شورش شروع ہوتے ہی پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر چلے گئے اور وہیں آباد ہو گئے تھے۔ انھیں میت دریا کے اس پار سے دکھائی گئی اور وہ جنازے میں بھی شریک نہ ہو سکے۔ کیرن کے منقسم حصوں کے درمیان دریائے نیلم ہی عبوری سرحد لائن آف کنٹرول کا حصہ ہے اور دونوں آبادیوں کے درمیان رابطے نہیں ہیں۔ کیرن سے یہ آخری دیدار راجہ لیاقت کے بہن بھائیوں نے لائن آف کنٹرول کی دوسری جانب سے کیا۔ پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر کے شہر مظفر آباد میں چھلہ بانڈی مہاجر کیمپ میں مقیم شگفتہ بانو نم آنکھوں کے ساتھ یہ سوال کرتی ہیں کہ ’یہ کیسی تقسیم ہے؟ میں اپنے بھائی کے ماتھے پر بوسہ بھی نہ دے سکی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔‘ لیاقت خان کے ایک رشتہ دار ظہور احمد نے بی بی سی کو فون پر بتایا کہ ’مسئلہ یہ تھا کہ اُن کے بھائی بہن اس اہم گھڑی میں کس طرح اُن کا چہرہ دیکھیں اور جنازے میں شامل ہو جائیں۔ دریا کے اُس پار چاچا جی کے سبھی اقربا ماتم کر رہے تھے اور ہم نے اس طرف سے اُن کی میت کو دکھانے کے لیے چارپائی کو اونچا اُٹھایا تو اُس پار کہرام مچ گیا۔' راجہ لیاقت علی کیرن میں ایک معروف شخصیت تھے اور نائب تحصیلدار کے طور پر وہیں تعینات تھے۔ ظہور کے مطابق جب ان کا خاندان ایل او سی پار چلا گیا تو وہ نوکری کی وجہ سے یہیں رُک گئے۔ ’انہیں اُمید تھی کہ حالات ٹھیک ہو جائیں تو رابطے پھر بحال ہوں گے۔ لیکن ایسا ہو نہ سکا۔‘

سرحد پار بھائی کی میت کا آخری دیدار

کشمیر کو انڈیا اور پاکستان کے درمیان تقسیم کرنے والی لائن آف کنٹرول دنیا کی خطرناک ترین سرحدوں میں شامل ہے۔ 740 کلومیٹر طویل اور 35 کلومیٹر چوڑی ایل او سی عام سرحدوں کی طرح نہیں ہے۔ اس سرحدی پٹی پر دونوں جانب لاکھوں لوگ رہتے ہیں۔

کیرن کی حساس ترین سرحدی پٹی میں چار ہزار لوگ آباد ہیں۔ یہاں کا ہر خاندان ایل او سی کے بیچ تقسیم ہے۔ جیسے شگفتہ بانو 1990 میں کیرن سے اپنے والد راجہ اظہار خان اور چھ بھائیوں کے ہمراہ پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر نقل مکانی کر کے آئی تھیں۔ مگر ان کی والدہ اور بھائی انڈیا کے زیرِ انتظام کشمیر میں ہی رہے اور یہ خاندان کبھی اکٹھا نہ ہو سکا۔

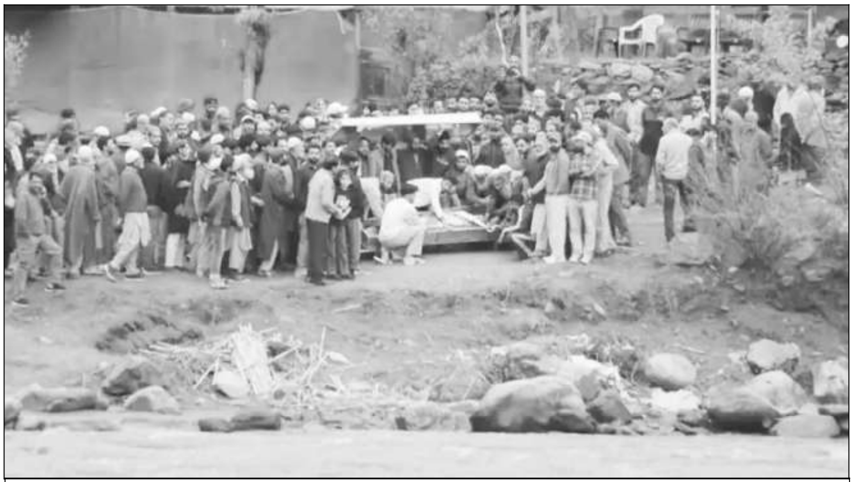

سرحد پار بھائی کی میت کا آخری دیدار

سنیچر کے روز جب راجہ لیاقت کی تدفین کی جا رہی تھی تو دریا کے دونوں جانب لوگ موجود تھے۔ سرحد پار ان کے اہل خانہ انھیں دیکھ سکتے تھے مگر چھو نہیں سکتے تھے۔

> پاکستان کے زیرِ انتظام کشمیر کے شہر مظفر آباد میں چھلہ بانڈی مہاجر کیمپ میں مقیم شگفتہ بانو نم آنکھوں کے ساتھ یہ سوال کرتی ہیں کہ ’یہ کیسی تقسیم ہے؟ میں اپنے بھائی کے ماتھے پر بوسہ بھی نہ دے سکی اور وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔‘ لیاقت خان کے ایک رشتہ دار ظہور احمد نے بی بی سی کو فون پر بتایا کہ ’مسئلہ یہ تھا کہ اُن کے بھائی بہن اس اہم گھڑی میں کس طرح اُن کا چہرہ دیکھیں اور جنازے میں شامل ہو جائیں۔

میت کو دریائے نیلم کے کنارے اس انداز میں رکھا گیا کہ دوسری طرف موجود اہلِ خانہ اسے دیکھ سکیں۔

شگفتہ بانو کہتی ہیں کہ ’میرا بھائی دنیا سے رخصت ہوا اور میں اس کے جنازے کے پاس بھی نہ بیٹھ سکی۔ نہ ماں کے گلے لگ کر رو سکی۔ چند میٹر کا فاصلہ تھا مگر دریا کی لہروں نے ہمیں ملنے نہ دیا۔‘

راجہ لیاقت کے بھائی نثار خان کہتے ہیں کہ ’دریا کے اس پار سے بھائی کا جنازہ آ رہا تھا اور ہم اس طرف روتے چلاتے کھڑے تھے۔

’میں اپنے بھائی کو کندھا نہ دے سکا۔ نہ آخری بار چہرہ دیکھ سکا۔ ہم یہ دکھ، یہ جدائی دیکھ دیکھ کر تھک چکے ہیں۔ دنیا اس مسئلے کو حل کرے تاکہ بیٹے باپ سے، بیٹی ماں سے اور بہن بھائیوں سے مل سکیں۔‘

وہ کہتے ہیں کہ ’ہم بے بس تھے۔ سامنے بھائی کا جنازہ تھا اور ہم صرف اشاروں میں بات کر سکتے تھے۔ کئی سالوں سے رابطہ بھی نہیں ہوتا تھا، کبھی کبھار ہم تھوڑے وقت کے لیے بات کرتے تھے، وہ بھی محدود۔‘

راجہ لیاقت علی کے ایک اور بھائی راجہ بشارت کہتے ہیں کہ ’میں چھوٹا تھا جب 1990 میں نقل مکانی کر کے میرے والد اور بہن بھائی اس طرف آئے۔ ہمارا خاندان تقسیم ہو گیا اور ہمارے درمیان کوئی رابطہ نہیں رہا۔

’ہم صرف دریا کے کنارے بیٹھ کر ایک دوسرے کو دیکھتے تھے۔ جب بھائی کی وفات کا سنا تو ہم فوراً کیرن کی طرف روانہ ہوئے۔ ہمیں معلوم تھا کہ ہم جنازے میں شریک نہیں ہو سکیں گے مگر ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے۔‘

وہ بتاتے ہیں کہ جب سرحد پار جنازہ ہو رہا تھا تو ’بہنیں اس پار پتھروں پر سر مار مار کر رو رہی تھیں۔ اس پار ماں رو رہی تھی مگر اپنے بیٹوں کو گلے نہیں لگا سکتی تھی۔۔۔ کم از کم مرنے کے بعد اکٹھا ہونے کا حق تو ملنا چاہیے۔‘

کیرن، ٹتوال اور دیگر سرحدی علاقے ماضی میں ایسے خاندانوں کے غیر رسمی رابطوں کے لیے جانے جاتے رہے ہیں، خاص طور پر 2003 کی جنگ بندی کے بعد لوگ دریا

کے کنارے آکر ایک دوسرے سے بات کرتے تھے۔

تاہم گذشتہ برسوں میں یہ روابط کم ہو گئے ہیں اور 2019 میں انڈیا کی جانب سے اپنے زیرِ انتظام کشمیر کی خصوصی حیثیت کے آرٹیکل 370 کے خاتمے کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان تناؤ برقرار ہے۔

'یہ لائن آف کنٹرول نہیں، ہمارے دلوں میں چُھبا ہوا خنجر ہے'

انڈیا کے زیرِ انتظام کشمیر میں راجہ لیاقت کے ایک اور رشتہ دار محمد یاسر کہتے ہیں کہ 'کچھ کراسنگ پوائنٹس تھے لیکن اس کے لیے ایل او سی پرمٹ لینا پڑتا تھا۔ حالانکہ اب یہ کراسنگ پوائنٹ بھی بند ہیں لیکن پرمٹ لینے کا عمل نہایت طویل اور پیچیدہ ہے اور اس میں طویل جانچ پڑتال ہوتی ہے۔

'جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو زیادہ سے زیادہ 24 گھنٹے انتظار کیا جا سکتا ہے اور اتنی دیر میں ایل او سی پرمٹ لینا ناممکن ہے۔'

یاسر کا کہنا ہے کہ کئی برس تک دونوں طرف رہنے والے رشتہ دار دریا کے اوپر رسی کے ذریعہ خطوط بھیجتے تھے۔ 'اب سوشل میڈیا کی وجہ سے رابطے ممکن تو ہیں لیکن شادی بیاہ اور کسی کے انتقال کے وقت ایک دوسرے کے غم اور خوشی میں شامل نہ ہونا ہمارے لیے ذہنی تناؤ کی وجہ بنا ہوا ہے۔ ہمارا تو وجود ہی بٹ گیا ہے۔'

انڈیا اور پاکستان نے 2003 میں ایل او سی پر سیز فائر کیا تھا لیکن وقفے وقفے سے سرحدی بستیوں میں گولہ باری کا تبادلہ ہوتا رہا ہے۔

2020 میں دونوں ملکوں نے اس معاہدے کی تجدید کی اور تب سے ان بستیوں میں سکون ہے۔ لیکن خاندانوں کی

تقسیم ایک بڑا انسانی المیہ بنا ہوا ہے۔

کیرن کے رہنے والے وجاہت خان نے بی بی سی کو بتایا کہ 1990 میں 300 خاندان یہاں سے چلے گئے اور پاکستانی کنٹرول والے علاقے میں آباد ہو گئے۔ اُن سبھی خاندانوں کے بعض افراد یہیں رہ گئے۔

'اب اگر سرحد پُرامن ہے تو جو لوگ اس لکیر (ایل او سی) کی وجہ سے بچھڑ گئے ہیں۔ حکومت ان کے درمیان رابطے کی کوئی سبیل تو نکالے۔ لیاقت صاحب کا انتقال ہوا تو ان کے بھائی بہن چند میٹر کے فاصلے پر تھے لیکن وہ جنازے میں شریک نہ ہو سکے۔'

لیاقت علی خان کے بھانجے طاہر اقبال کا کہنا ہے کہ جب لوگوں نے وادی کی شورش سے بھاگنے کے لیے ایل او سی کی دوسری جانب قیام کیا تو کسی کو اندازہ نہیں تھا رابطے بند ہو سکتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ 'کیرن ایک ہی خطہ ہے۔ 1949 میں سیز فائر لائن اور بعد میں لائن آف کنٹرول کہلانے والی یہ سرحد ملی ٹینسی شروع ہونے سے قبل قدرے نرم ہی تھی۔ لوگ کراسنگ پوائنٹس سے ایک دوسرے کے یہاں آتے جاتے تھے۔

'لیکن بعد میں سبھی رابطے بند ہو گئے۔ اپنے رشتہ داروں سے اس قدر قریب ہونے کے باوجود ملنا جلنا ممکن نہیں ہے، یہ لائن آف کنٹرول نہیں، ہمارے دلوں میں دہائیوں سے چُھبا ہوا خنجر ہے۔'

لیاقت خان کی وفات اور آخری رسومات کے دوران دونوں جانب جذباتی لہر پر سوشل میڈیا پر بھی صارفین نے افسوس کا اظہار کیا۔

کپواڑہ کے رہنے والے عاصف مقبول نے ایکس پر لکھا کہ 'چند میٹر کی سرحد سے ایک دوسرے سے جُدا ہونے والے سوگوار خاندان نے اپنے پیارے کا تابوت دیکھا، چہرہ نہیں دیکھ پائے۔

'منقسم جموں کشمیر میں صرف خاندان ہی تقسیم نہیں ہوئے ہیں، بلکہ غم اور آخری رسومات بھی تقسیم ہیں۔'

(بشکریہ بی بی سی اردو)

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

☜ آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا۔

جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔

☜ آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

'''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تا کہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جا سکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے ویب سائٹ پر موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

باڑہ میں ڈرون حملوں میں بے گناہ شہری نشانے پر

رپورٹ: اسلام گل

ضلع خیبر کے علاقے باڑہ میں بدامنی کا سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ گزشتہ روز اکاخیل علاقے میں ایک گھر پر ڈرون حملے میں چودہ سالہ بچی جاں بحق اور کئی خواتین و بچے شدید زخمی ہوگئے، جو اس وقت پشاور کے مختلف ہسپتالوں میں زیرِ علاج ہیں۔ اس پس منظر میں باڑہ سیاسی اتحاد نے سات مئی کو پشاور میں بڑے احتجاجی دھرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

یہ اعلان آفریدی قبائل کے مشترکہ جرگے کے بعد جاری کردہ اعلامیے میں کیا گیا۔ جرگے کی صدارت اتحاد کے صدر ہاشم خان آفریدی نے کی، جبکہ باڑہ اور تیراہ کی مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما، سماجی کارکنان، تنظیموں اور یونینوں کے نمائندے اور مقامی عمائدین و وجوہ بھی اس میں شریک ہوئے۔ احتجاج کا مطالبہ تین نکات پر مبنی ہے: وادی تیراہ کے بے گھر افراد کے مسائل کا حل، ان کی باعزت واپسی کو یقینی بنانا، اور باڑہ اکاخیل میں بڑھتی ہوئی بدامنی کے خلاف آواز اٹھانا۔

خوف اور اضطراب کی فضا

متاثرہ خاندان کے سربراہ نظر خان نے بتایا کہ واقعے کے بعد نہ صرف ان کا خاندان بلکہ پورا علاقہ خوف کی لپیٹ میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ زخمیوں کے علاوہ دیگر بچے اور خواتین بھی شدید ذہنی دباؤ اور خوف کے باعث ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔

جرگے میں اپنا موقف پیش کرتے ہوئے نظر خان نے کہا: ”اگر یہاں مشاورت میں یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ مسلح لوگوں کے پاس جا کر انہیں کہا جائے کہ آپ یہ علاقہ چھوڑ دیں کیونکہ آپ کی وجہ سے ہمارے گھروں پر ڈرون حملے ہو رہے ہیں اور ہم غیر محفوظ ہیں — تو ہم سیکیورٹی حکام سے بھی بات کرنے کے لیے تیار ہیں کہ عام شہریوں کو نشانہ بنانے کا سلسلہ فوری طور پر بند ہونا چاہیے۔“

بدامنی کا پس منظر

اکاخیل علاقے میں اب تک پانچ سے زائد ڈرون حملوں میں عام شہری متاثر ہو چکے ہیں۔ رواں سال جنوری میں وادی تیراہ میں بدامنی اور ممکنہ فوجی آپریشن کے پیشِ نظر ہزاروں خاندان بے گھر ہو کر باڑہ، پشاور اور کوہاٹ منتقل ہو گئے تھے۔ اب کئی ہفتوں سے مسلح افراد کی سرگرمیاں باڑہ میں بھی شروع ہو گئی ہیں جن کے خلاف حکومتی اقدامات جاری ہیں، تاہم مقامی لوگ عام شہریوں کے نشانہ بننے کی مسلسل شکایات کر رہے ہیں۔

وادی تیراہ سے بے گھر ہونے والے خاندانوں کی واپسی کی معاہدے کے تحت مقررہ مدت ختم ہو چکی ہے، لیکن نہ واپسی ممکن ہوئی اور نہ ہی حکومت کی طرف سے مستقل امن کے قیام کے حوالے سے کوئی یقین دہانی کرائی گئی ہے۔

چار سال سے امن کی بھیک مانگ رہے ہیں

باڑہ سیاسی اتحاد کے سابق صدر اور جماعتِ اسلامی کے امیر خیبر شاہ فیصل آفریدی نے حکومت پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اتحاد گزشتہ چار سال سے حکومت سے امن کی درخواست کرتا آ رہا ہے۔ ہم نے درجنوں احتجاج اور امن مارچ کیے، لیکن افسوس کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کی غفلت اور لاپروائی کے باعث ہمارے علاقے میں امن قائم نہ ہو سکا۔

متاثرہ خاندان کے سربراہ نظر خان نے بتایا کہ واقعے کے بعد نہ صرف ان کا خاندان بلکہ پورا علاقہ خوف کی لپیٹ میں ہے۔ انہوں نے کہا کہ زخمیوں کے علاوہ دیگر بچے اور خواتین بھی شدید ذہنی دباؤ اور خوف کے باعث ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔

انہوں نے خیبر پختونخوا کے وزیرِ اعلیٰ پر یہ الزام بھی عائد کیا کہ وہ بند کمروں میں ہونے والے فیصلوں کو عوام کے سامنے غلط رنگ میں پیش کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ خود انہی بند کمروں کے فیصلوں کا حصہ ہیں۔

آفریدی نے ضلع خیبر میں بدامنی کی ذمہ داری براہِ راست سیکیورٹی فورسز، صوبائی اور وفاقی حکومت پر ڈالتے ہوئے کہا کہ احتجاجی دھرنا اس وقت تک جاری رہے گا جب تک علاقے میں مستقل امن قائم نہیں ہو جاتا۔

قبائلی کونسل کا اعلان

اکاخیل قومی کونسل کے چیئرمین خیال زمان آفریدی نے کہا کہ علاقے میں ڈرون حملے، لاشیں اٹھانا اور زخمیوں کی آہ و فغاں اب روزمرہ کا معمول بن چکی ہے اور یہ صورتِ حال مزید ناقابلِ برداشت ہو گئی ہے۔ انہوں نے کہا: ہم نے مشترکہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ باڑہ سیاسی اتحاد کے احتجاجی دھرنے کی بھرپور حمایت کریں گے اور اسے ہر صورت کامیاب بنائیں گے۔ اس قسم کے واقعات اب بالکل برداشت نہیں کیے جائیں گے۔

تحریکِ متاثرینِ تیراہ کی مشروط حمایت

تحریکِ متاثرینِ تیراہ نے بھی سات مئی کے احتجاجی مظاہرے کی حمایت کا اعلان کیا ہے، تاہم یہ حمایت بعض شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ تحریک کے ترجمان سہبت خان آفریدی نے کہا: ”ہم، متاثرینِ تیراہ، باڑہ سیاسی اتحاد کے زیرِ اہتمام سات مئی کو پشاور میں ہونے والے احتجاجی مظاہرے کی حمایت کرتے ہیں۔

تاہم انہوں نے متنبہ کیا: اگر ہمیں کسی بھی مرحلے پر محسوس ہوا کہ باڑہ سیاسی اتحاد ہمیں صرف سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے اور متاثرینِ تیراہ کی باعزت واپسی کے مسئلے پر سمجھوتہ کیا جا رہا ہے، تو ہم فوری طور پر اس دھرنے سے الگ ہو جائیں گے اور بائیکاٹ کا اعلان کریں گے۔ لیکن اگر وہ صرف متاثرینِ تیراہ کی باعزت واپسی اور امن کی بحالی کی بات کریں گے، تو ہم ان کے ساتھ کھڑے رہیں گے۔

وزیرِ اعلیٰ کی زیرِ صدارت لویہ جرگہ، مذاکرات کا مطالبہ

ادھر صوبائی سطح پر بھی ہلچل دیکھنے میں آئی۔ پشاور میں وزیرِ اعلیٰ ہاؤس میں خیبر پختونخوا کے وزیرِ اعلیٰ سہیل آفریدی کی زیرِ صدارت قبائلی لویہ جرگہ منعقد ہوا، جس میں قبائلی اضلاع سے منتخب پارلیمنٹیریز، مقامی عمائدین، وجوہ اور نوجوانوں نے شرکت کی۔ وزیرِ اعلیٰ سہیل آفریدی نے جرگے کے فیصلوں کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ لویہ جرگے نے ڈرون حملوں میں خواتین، بچوں اور بزرگوں کی ہلاکت کی پرزور مذمت کی ہے اور تمام شرکا نے متعلقہ فریقوں کے ساتھ مذاکرات کا مطالبہ کیا ہے۔

دوسری جانب سیکیورٹی حکام کی جانب سے متعدد کارروائیوں میں مسلح افراد کو نشانہ بنانے کے باقاعدہ سرکاری بیانات جاری کیے جاتے رہے ہیں، تاہم حالیہ ڈرون حملے کے بارے میں سرکاری یا مسلح گروہوں کی طرف سے ابھی تک کوئی موقف سامنے نہیں آیا۔

باڑہ سیاسی اتحاد نے پشاور کے سوری پل کے مقام پر — جو صوبائی اسمبلی اور قلعہ بالا حصار کے درمیان واقع ہے — دھرنا دینے کا حتمی فیصلہ کر لیا ہے۔ اس سلسلے میں علاقے کی تمام سیاسی، قومی اور سماجی تنظیموں کا مشترکہ اجلاس بھی طلب کیا گیا ہے تاکہ آخری لائحہ عمل طے کیا جا سکے۔ جہاں ایک طرف عمائدین اور سیاسی رہنما دھرنے کی تیاریوں میں مصروف ہیں، وہیں وادی تیراہ کے ہزاروں بے گھر خاندان اپنے گھروں کی واپسی کی راہ تکتے ہوئے حکومتی یقین دہانی کے منتظر ہیں — ایک وعدہ جو ابھی تک ایفا نہیں ہوا۔

(بشکریہ پی کے)

محنت کی عظمت اور انسانی وقار

چوہدری طارق نذیر

انسانی تہذیب کی بنیاد محنت پر قائم ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں ترقی، خوشحالی اور استحکام کا راز محنت کش طبقے کی انتھک جدوجہد میں پوشیدہ رہا ہے۔ دنیا کی ہر بڑی تعمیر، ہر صنعت کی ترقی اور ہر معاشی کامیابی کے پیچھے مزدور کی محنت کارفرما ہوتی ہے۔ بلند و بالا عمارتیں، کشادہ شاہراہیں، ترقی یافتہ صنعتیں اور مضبوط معیشتیں—یہ سب مزدور کے پسینے کی مرہونِ منت ہیں۔ اسی حقیقت کے اعتراف میں دنیا بھر میں یکم مئی کو عالمی یومِ مزدور منایا جاتا ہے، جو محنت کشوں کی عظمت کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے حقوق کے تحفظ کی اہمیت بھی اجاگر کرتا ہے۔ تاریخ کے اوراق ہمیں 1886ء کے شکاگو لے جاتے ہیں، جہاں مزدوروں نے آٹھ گھنٹے کام کے اصول کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ اس تحریک میں کئی مزدوروں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، مگر ان کی قربانیاں رائیگاں نہ گئیں بلکہ انہوں نے دنیا بھر کے مزدوروں کے لیے ایک نئی راہ متعین کی۔ آج بھی یہ دن ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ حقوق کبھی آسانی سے نہیں ملتے بلکہ ان کے حصول کے لیے قربانی اور استقامت ضروری ہوتی ہے۔ پاکستان میں مزدور طبقہ آج بھی متعدد مسائل کا شکار ہے۔ کم اجرت، غیر محفوظ کام کا ماحول، جبری مشقت، بچوں سے مزدوری، اور سماجی تحفظ کی کمی جیسے مسائل مزدور کی زندگی کو نہایت مشکل بنا دیتے ہیں۔ اکثر مزدور اپنے حقوق سے ناواقف ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کا استحصال مزید بڑھ جاتا ہے۔ دیہی علاقوں میں کھیتوں میں کام کرنے والے مزدور ہوں یا شہری علاقوں میں فیکٹریوں کے کارکن، سب کو کسی نہ کسی صورت ناانصافی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ پاکستان کا آئین بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ آئین میں مساوات، باعزت روزگار اور جبری مشقت کے خاتمے جیسے اصول واضح طور پر موجود ہیں، مگر عملی صورتحال اس کے برعکس دکھائی دیتی ہے۔ مزدور آج بھی استحصال، کم اجرت اور غیر محفوظ حالات کا شکار ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسئلہ قوانین کی کمی نہیں بلکہ ان پر عملدرآمد کی کمزوری ہے۔ ایسے حالات میں ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان (ایچ آر سی پی) ایک امید کی کرن کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ ادارہ مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مسلسل جدوجہد کر رہا ہے اور اپنی رپورٹس، تحقیق اور عوامی آگاہی کے ذریعے ان مسائل کو اجاگر کرتا ہے۔ اس جدوجہد کے پیچھے عظیم شخصیات کی خدمات شامل ہیں۔ عاصمہ جہانگیر نے انسانی حقوق کے لیے بے خوف آواز بلند کی اور مظلوم طبقات کے حقوق کا دفاع کیا۔ حنا جیلانی نے قانونی میدان میں انصاف کی جدوجہد کو مضبوط بنیاد فراہم کی۔ آئی اے رحمان نے اپنی بصیرت افروز تحریروں کے ذریعے انسانی حقوق کی تحریک کو فکری قوت عطا کی۔ مزید برآں منیزے جہانگیر نے ذرائع ابلاغ کے ذریعے انسانی حقوق کے شعور کو عام کیا اور نئی نسل کو آگاہی فراہم کی۔ بین الاقوامی سطح پر بھی مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مختلف ادارے کام کر رہے ہیں، جو بہتر حالاتِ کار، مناسب اجرت اور انصاف کے اصولوں کو فروغ دیتے ہیں۔ پاکستان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان عالمی اصولوں کو عملی شکل دے اور مزدوروں کے حقوق کو یقینی بنائے۔ اس ناانصافی اور تضاد کی فضا میں حبیب جالب کی صدائے احتجاج آج بھی دلوں کو جھنجھوڑ دیتی ہے:

ایسے دستور کو، صبحِ بے نور کو، میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا

جبکہ فیض احمد فیض کی امید افزا آواز ہمیں یقین دلاتی ہے:

ہم دیکھیں گے، لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے

اسلام بھی مزدور کے حقوق پر بہت زور دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ یہ تعلیم ایک منصفانہ معاشرے کی بنیاد رکھتی ہے۔ آج کے جدید دور میں مزدوروں کے مسائل نئی جہت اختیار کر چکے ہیں۔ غیر رسمی معیشت، ڈیجیٹل کام اور عارضی ملازمتوں نے نئے چیلنجز کو جنم دیا ہے۔ ان حالات میں مزدوروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے مزید مؤثر اقدامات کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مزدور قوانین پر سختی سے عملدرآمد کیا جائے، ایچ آر سی پی جیسے اداروں کو مضبوط بنایا جائے اور عوام میں شعور بیدار کیا جائے۔ قوموں کی ترقی کا راز مزدور کی خوشحالی میں پوشیدہ ہے۔

شہید بے نظیر آباد کا ماڈل تھانہ یا عقوبت خانہ

آصف البشر

شہید بے نظیر آباد میں قائم ماڈل تھانہ بی سیکشن میں ایک زیرِ حراست نوجوان ارشد بھٹی کی ہلاکت نے علاقے میں شدید تشویش، غم وغصہ اور احتجاج کو جنم دیا، جب پولیس کی جانب سے اس واقعہ کو ابتدائی طور پر "واش روم میں خودکشی" قرار دیا گیا۔ تاہم حالات نے اس وقت نیا رخ اختیار کیا جب مقتول کے ورثاء نے میت کے ہمراہ طویل احتجاج کیا، میڈیا نے واقعہ کو نمایاں کیا اور ابتدائی پوسٹ مارٹم رپورٹس میں ایسے شواہد سامنے آئے جنہوں نے پولیس کے مؤقف کو مشکوک بنا دیا۔ یوں ایک مبینہ خودکشی کا واقعہ حراستی تشدد اور ممکنہ ماورائے عدالت قتل کے سنگین الزامات میں تبدیل ہو گیا۔ شہید بینظیر آباد (نواب شاہ) میں قائم ماڈل تھانہ، جسے جدید اور عوام دوست پولیسنگ کی علامت کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے، اسی تھانے کے لاک اپ میں ارشد بھٹی نامی نوجوان کو حراست کے دوران زندگی سے محروم پایا گیا۔ پولیس حکام نے فوری طور پر اسے خودکشی قرار دیتے ہوئے معاملہ دبانے کی کوشش کی، تاہم مقتول کے اہلِ خانہ نے اس دعوے کو مسترد کرتے ہوئے شدید جسمانی تشدد کے الزامات عائد کیے۔ ورثاء کے مطابق مقتول کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا، جس میں ناخن کھینچنا، برقی جھٹکے دینا اور جسم کی ہڈیاں توڑنا شامل ہے۔ مقتول کی بیوہ اور بچوں سمیت اہلِ خانہ نے نواب شاہ پریس کلب کے سامنے طویل دھرنا دیا، جو تقریباً 36 گھنٹے جاری رہا۔ اس دوران انصاف کی فراہمی، ذمہ داران کے خلاف مقدمہ درج کرنے اور شفاف تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا۔ احتجاج کے دباؤ، میڈیا کی توجہ اور ابتدائی طبی شواہد کے بعد حکومتی سطح پر نوٹس لیا گیا۔ صوبائی وزیر داخلہ ضیاء الحسن لنجار کی ہدایت پر ڈی آئی جی فیصل بشیر میمن نے ایس ایچ او بی سیکشن علی اصغر شاہ، اے ایس آئی عبدالستار، اے ایس آئی نظر محمد اور ہیڈ کانسٹیبل علی شیر کو معطل کر دیا، جبکہ واقعے کے ممکنہ روابط سامنے آنے پر ایس ایس پی سانگھڑ نے ایس ایچ او شہداد پور عمران اختر چانڈیو کو بھی عہدے سے ہٹا کر پولیس لائن رپورٹ کرنے کا حکم دیا۔

سیاسی و سماجی دباؤ کے پیشِ نظر حکومتی نمائندوں نے مظاہرین سے مذاکرات کیے اور انصاف کی یقین دہانی کرائی، تاہم قانونی ماہرین اور انسانی حقوق کے حلقوں نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ محض معطلی کی کارروائی ناکافی ہے اور اگر اس واقعہ میں ملوث افراد کے خلاف قتل کا مقدمہ درج نہ کیا گیا تو انصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔ یہ واقعہ بنیادی انسانی حقوق کی متعدد سنگین خلاف ورزیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ سب سے اہم حق، یعنی زندگی کا حق، جو ہر شہری کو حاصل ہے، حراست کے دوران سلب ہوا۔ مزید برآں، زیرِ حراست فرد کے ساتھ مبینہ تشدد، غیر انسانی اور توہین آمیز سلوک، ریاستی اہلکاروں کی جانب سے طاقت کے ناجائز استعمال کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ بھی تشویشناک امر ہے کہ واقعہ کو خودکشی قرار دے کر ممکنہ طور پر شواہد کو چھپانے یا حقیقت مسخ کرنے کی کوشش کی گئی، جو انصاف کے عمل کو متاثر کرنے کے مترادف ہے۔ اقوام متحدہ کے عالمی انسانی حقوق کے اعلامیہ کے آرٹیکل 3 کے تحت ہر فرد کو زندگی اور تحفظ کا حق حاصل ہے، جبکہ آرٹیکل 5 تشدد اور غیر انسانی سلوک کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسی طرح سیاسی و معاشی حقوق کے عالمی کنونشن کے آرٹیکل 6 میں حقِ زندگی کی ضمانت دی گئی ہے، آرٹیکل 7 تشدد کے خاتمے پر زور دیتا ہے، آرٹیکل 9 غیر قانونی حراست کے خلاف تحفظ فراہم کرتا ہے اور آرٹیکل 10 زیرِ حراست افراد کے ساتھ انسانی سلوک کو لازم قرار دیتا ہے۔ مزید برآں ایذا رسانی کے خلاف کنونشن کے تحت ریاست اس امر کی پابند ہے کہ وہ تشدد کے ہر واقعہ کی فوری، غیر جانبدار اور مؤثر تحقیقات کرے اور ذمہ داران کو قانون کے مطابق سزا دے۔ ملوث اہلکاروں کے خلاف قتل اور تشدد کی دفعات کے تحت مقدمات درج کیے جائیں، اور متاثرہ خاندان کو مکمل قانونی تحفظ اور انصاف فراہم کیا جائے۔ یہ معاملہ نہ صرف ایک خاندان کے لیے انصاف کی جدوجہد ہے بلکہ ریاستی نظام، پولیس اصلاحات اور انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک اہم امتحان بھی ہے۔ اگر اس واقعہ میں شفاف اور بلاامتیاز انصاف فراہم نہ کیا گیا تو اس سے عوام کے ریاستی اداروں پر اعتماد کو شدید نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے، جو کسی بھی مہذب معاشرے کے لیے ایک خطرناک رجحان ثابت ہو سکتا ہے۔

پارک میں تفریحی سہولیات کی فراہمی کا مطالبہ

نوشکی نوشکی میں 22 سال قبل ایک پبلک پارک کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔نوشکی کے شہریوں اور بچوں کو نوشکی میں کوئی تفریحی سہولیات میسر نہیں تھی۔ پبلک پارک کی تعمیر سے نوشکی کے شہریوں اور بالخصوص بچوں کو تفریحی سہولیات میسر ہوئیں۔سابق گورنر بلوچستان اویس احمد غنی نے 15 جولائی 2004 کو پبلک پارک کا افتتاح کیا۔ 18-2017 کے صوبائی بجٹ میں وزیراعلی بلوچستان کے خصوصی ترقیاتی پیکج سے 40 ملین کی لاگت سے پارک میں شہید لیفٹیننٹ صفی اللہ ٹوڈر ہال کی تعمیر عمل میں لائی گئی۔صوبائی وزیر بلدیات حاجی میر غلام دستگیر بادینی نے 20 جنوری 2018 کو نئے بلاک کا افتتاح کیا جس میں بچوں کے تفریح کے لیے مختلف آئٹمز کی تنصیب بھی عمل میں لائی گئی۔ پارک میں اسٹریٹ لائیٹس، واکنگ ٹریک، مختلف قسم کے جھولے، سوئمنگ پول اور ریل گاڑی کے لیے پارک کے چاروں اطراف ریلوے ٹریک بچھائی گئی۔

دو سال تک پبلک پارک فعال رہا ہے جس سے نوشکی کے شہریوں، خواتین اور بچوں کو تفریحی سہولیات کی فراہمی ممکن رہی۔ بڑی تعداد میں خواتین اور بچے پارک میں تفریحی سہولیات سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ٹرین سروس بھی چلتی رہی اور سوئمنگ پول میں بچے اور نوجوان سوئمنگ کرتے تھے۔لیکن متعلقہ حکام کی عدم توجہی کے باعث کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والا پارک اب کھنڈرات میں تبدیل ہو چکا ہے۔ متعلقہ حکام کی عدم توجہی سے اسٹریٹ لائٹس، واکنگ ٹریک، جھولے، ٹرین سروس، اور سوئمنگ پول کے جنگلے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئے ہیں۔ صفائی کی صورتحال انتہائی مخدوش ہے۔ جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں۔نوشکی ڈسٹرکٹ کی پانچ لاکھ کی آبادی تفریحی سہولیات سے محروم ہو رہی ہے جو نوشکی کے شہریوں اور بالخصوص بچوں کے ساتھ ظلم، زیادتی، ناانصافی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔نوشکی کے عوامی اور سماجی حلقوں نے صوبائی حکومت کی توجہ اس مسئلہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ نوشکی میں کروڑوں روپے کی لاگت سے تعمیر ہونے والے شہید لیفٹیننٹ صفی اللہ ٹوڈر ہال اور پارک کو تباہی سے بچانے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں۔

(محمد سعید)

نومولود بچہ مبینہ طبی غفلت کی وجہ سے جاں بحق

خیبر حیات آباد میڈیکل کمپلیکس میں جمرود بکرآباد کے رہائش کا نومولود بچہ مبینہ طبی غفلت کی وجہ سے جاں بحق، ورثا کا انصاف کا مطالبہ۔جمرود بکرآباد کے رہائشی شبیر کے مطابق ان کا نومولود بچہ حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کے گائنی وارڈ میں مبینہ ڈاکٹروں کی غفلت کے باعث دنیا میں آنے سے قبل ہی انتقال کر گیا۔

تفصیلات کے مطابق شبیر نے اپنی اہلیہ کو حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کے گائنی وارڈ میں داخل کرایا، جہاں ان کے بقول ڈاکٹروں نے بروقت آپریشن یا مناسب علاج فراہم نہیں کیا۔اہل خانہ کا کہنا ہے کہ مریضہ کی حالت بگڑنے پر جلد بازی میں غلط طریقے سے ہینڈل کیا گیا، جس کے نتیجے میں نومولود بچہ جانبر نہ ہو سکا۔

شبیر نے الزام عائد کیا ہے کہ حیات آباد میڈیکل کمپلیکس گائنی وارڈ میں اس نوعیت کے واقعات معمول بن چکے ہیں، تاہم متعلقہ حکام کی جانب سے مؤثر کارروائی نہیں کی جاتی۔

متاثرہ خاندان نے متعلقہ ڈاکٹروں کے خلاف شکایت جمع کرا دی ہے اور وزیراعلیٰ خیبر پختونخوا سمیت اعلیٰ حکام سے واقعے کا نوٹس لے کر ذمہ داروں کے خلاف کارروائی اور انصاف فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے (نامہ نگار)

15 سالہ بچی کا مبینہ اغوا، تبدیلی مذہب اور نکاح

عمرکوٹ کنری شہر کے قریبی گوٹھ محمد رفیق آرائیں میں سے تقریبًا ایک ماہ قبل مبینا اغوا ہونے والی بچی چونی بنت کھیرو بھیل کی بازیابی کے لئے والدین اور دیگر ورثا ؤ مردوں اور عورتوں نے بتاریخ 16 اپریل کو پریس کلب کنری کے آگے احتجاجی مظاہرہ کر کے سخت نعرے بازی کی۔اس موقعے پر بچی کی ماں سومری، والد کھیرو بھیل اور دیگر نے الزام لگاتے ہوئے کہا کہ تقریبًا ایک ماہ قبل تین ملزمان ہماری بچی کو ہتھیاروں کے زور پر اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ بچی کے اغوا کا کیس پولیس تھانہ کنری پر مرکزی ملزم سیف الملوک خاصخیلی سمیت تین ملزمان پر درج ہے جبکہ وومین پولیس تھانہ عمرکوٹ پر چائلڈ میرج ایکٹ کے تحت بھی کیس درج کرایا گیا ہے۔لیکن کسی تھانے کی پولیس کوئی کارروائی نہیں کر رہی۔ ہماری بچی کی عمر 15 برس ہے اور وہ نویں جماعت کی طالبہ ہے۔اس کا سارا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے۔18 اپریل کو سوشل میڈیا پر بچی کا نکاح نامہ اور تبدیلی مذہب کی سند وائرل ہوئے۔اس کے مطابق بچی کی عمر 18 برس ظاہر کر کے تبدیلی مذہب کے بعد اسلامی نام ثنا فاطمہ شیخ رکھا گیا اور سیف الملوک خاصخیلی سے نکاح دکھایا گیا ہے۔

(نامہ نگار)

پارکنگ بنائی جائے

نوشکی نوشکی ڈسٹرکٹ کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ نوشکی کی آبادی 5 لاکھ کے قریب ہے۔ نوشکی کے تمام دیہی علاقوں کے باشندے دفتری امور، تعلیم کے حصول اور روزمرہ ضروریات کی اشیاء کی خریداری کے لیے نوشکی شہر آتے ہیں۔ پانچ لاکھ کی آبادی کے لیے نوشکی شہر میں گاڑیوں کی پارکنگ کے لیے کوئی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے نوشکی شہر کے وسط اور بلخصوص ہندو محلہ میں گھروں کے سامنے لوگ گاڑیاں پارک کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہندو برادری کی طالبات کو اسکول اور خواتین کو اپنی مذہبی عبادات کے لیے مندروں میں جانے کے لیے مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہندو برادری کے رہنماؤں نے ضلعی انتظامیہ اور پولیس حکام کی توجہ اس مسئلہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ نوشکی شہر میں گاڑیوں کی پارکنگ کی تعمیر عمل میں لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

(محمد سعید)

گلہ دبا کر قتل کر دیا

اوکاڑہ شفقت بلاک اوکاڑہ 27 والا روڈ کی رہائشی نادیہ نے اپنے 7 سالہ بیٹا علی حمزہ کو گلہ دبا کر قتل کر دیا۔ملزمہ نے دوسری شادی کر رکھی تھی، گھریلو حالات قتل کی وجہ بنے۔اوکاڑہ پولیس نے بروقت کارروائی کر کے ملزمہ کو فوری طور پر گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا ہے۔

(اصغر حسین حماد)

ملازمین کو تنخواہوں کی وصولی میں مشکلات

نوشکی نوشکی میں 31 جنوری کو ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے نوشکی میں نیشنل بینک الائیڈ بینک اور میزان بینک کو بری طرح نقصان پہنچا جس کی وجہ سے نوشکی ڈسٹرکٹ کے ہزاروں ملازمین، پنشنرز اور بالخصوص خواتین ملازمین کو تنخواہوں اور پنشن کے حصول اور دیگر صارفین کو رقم کے لین دین کے سلسلے میں گزشتہ تین ماہ سے انتہائی مشکلات اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ صارفین کو دالبندین اور کوئٹہ جانا پڑتا ہے۔ تین ماہ سے زائد کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی مذکور مالیاتی ادارے غیر فعال ہونے کی وجہ سے ملازمین، پنشنرز، تاجر برادری اور کاروباری حضرات کو کافی مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ صارفین کے ساتھ مذکور مالیاتی اداروں کے ملازمین اور بالخصوص فورکلاس ملازمین کو انتہائی مشکلات اور مالی مضائب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ملازمین، پینشنرز، کاروباری حضرات اور تاجر برادری نے وفاقی وزیر خزانہ اسٹیٹ بینک کے سربراہ اور دیگر اعلیٰ حکام کی توجہ اس مسلئہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ ان کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے مالیاتی اداروں کو فعال بنانے کے لیے ترجیحی بنیادوں پر اقدامات کیے جائیں۔

(محمد سعید)

قیدیوں کو ملاقات کے حوالے سے مشکلات کا سامنا

نوشکی 31 جنوری کو ضلع نوشکی کی جیل میں کالعدم تنظیم بی ایل اے کے حملہ میں جیل کو جزوی نقصان پہنچا تاہم قیدیوں کے بیرک محفوظ رہے۔ ضلع نوشکی کی بندش کے باعث ڈسٹرکٹ جیل نوشکی کے قیدیوں کو کوئٹہ اور مچھ سینٹرل جیل منتقل کر دیا گیا۔ نوشکی ڈسٹرکٹ جیل میں نوشکی، چاغی، دالبندین، نوکنڈی، تفتان، ماشکیل، خاران اور واشک سے تعلق رکھنے والے قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔ قیدیوں کو کوئٹہ اور مچھ سینٹرل جیل منتقل کرنے سے قیدیوں کے رشتہ داروں کو ملاقات کے لیے 6 سو سے 8 سو کلومیٹر دور کوئٹہ اور مچھ جانے کے لیے مشکلات، مالی دشواریوں، ذہنی پریشانیوں اور وقت کے ضیاع سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ قیدیوں کے رشتہ داروں کی اور وقت کے ضیاع کو مدنظر رکھتے ہوئے نوشکی ڈسٹرکٹ جیل کو فعال بنا کر قیدیوں کو ڈسٹرکٹ جیل منتقل کرنے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

(محمد سعید)

سال 2025 میں تقریباً 8,000 تارکین وطن ہلاک یا لاپتہ ہوئے

------ عالمی ادارہ مہاجرت (آئی او ایم) نے بتایا ہے کہ گزشتہ سال دنیا بھر میں تقریباً 8 ہزار مہاجرین ہلاک یا لاپتہ ہوئے اور 2014 سے اب تک ایسے لوگوں کی مجموعی تعداد 82 ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ ادارے نے لاپتہ مہاجرین کی نشاندہی سے متعلق اپنے نظام (ڈی ٹی ایم)، مہاجرت کے راستوں سے متعلق اپنی نئی رپورٹ اور لاپتہ مہاجرین سے متعلق منصوبے کے ذریعے سامنے آنے والی معلومات کی بنیاد پر کہا ہے کہ اگرچہ کچھ علاقوں میں مہاجرین اور پناہ کے خواہاں لوگوں کی تعداد میں کمی آئی ہے، لیکن مہاجرت کے راستے بہتر ہونے کے بجائے تبدیل ہو رہے ہیں اور ان پر سفر کرنے والوں کے لیے خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ 'آئی او ایم' کی ڈائریکٹر جنرل ایمی پوپ نے کہا ہے کہ مہاجرت کے راستے تنازعات، موسمی دباؤ اور سیاسی تبدیلیوں کے باعث تبدیل ہو رہے ہیں۔ ان راستوں کو سمجھنے اور ایسے اقدامات ترتیب دینے کے لیے مستند معلومات نہایت ضروری ہیں جن سے خطرات میں کمی آئے، جانیں بچائی جا سکیں اور لوگوں کو مہاجرت کے محفوظ راستے میسر آئیں۔

ہجرت کے بدلتے رجحانات

مہاجرت کے راستوں سے متعلق ادارے کی رپورٹ کے مطابق، بعض علاقوں میں مہاجرین کی آمد میں کمی دراصل مہاجرت کے دباؤ میں کمی نہیں بلکہ راستوں کی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے، جس کی وجہ نافذ کردہ قوانین، تنازعات کی نوعیت اور ماحولیاتی عوامل ہیں۔

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ:

- وسطی امریکہ کے راستے شمال کی جانب مہاجرت 2024 کے مقابلے میں نمایاں طور پر کم ہوئی ہے۔
- یورپ میں مہاجرین اور پناہ کے خواہش مند لوگوں کی مجموعی آمد میں کمی آئی ہے، لیکن ان کی نقل و حرکت کا انداز بدل گیا ہے۔ اب یورپ آنے والوں میں سب سے بڑی تعداد بنگلہ دیش کے شہریوں کی ہے جبکہ سیاسی اور پالیسی سے متعلق تبدیلیوں کے بعد شامی مہاجرین کی تعداد کم ہوئی ہے۔
- شاخ افریقہ سے سعودی عرب کی جانب مہاجرت 2024 کے مقابلے میں قدرے کم ہوئی ہے مگر 2023 کے مقابلے میں اب بھی زیادہ ہے۔
- مغربی افریقہ سے بحر اوقیانوس میں جزائر کینری کو جانے والے مہاجرین کی تعداد سرحدی تعاون بڑھنے کے بعد کم ہوئی ہے تاہم اب یہ سفر زیادہ طویل، خطرناک اور مختلف سمتوں میں پھیل گیا ہے۔ مئی میں مہاجرت سے متعلق بین الاقوامی جائزہ فورم سے قبل ادارے نے رکن ممالک سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ مہاجرین کے تحفظ، ان کی اموات اور گمشدگی کی روک تھام اور متاثرہ خاندانوں کی بہتر مدد کے لیے اپنے عزم کی تجدید کریں۔

(بشکریہ یو این خبر نامہ)

حکومت کی جانب سے کیے گئے وعدوں کی عدم تکمیل پر شدید تشویش

خیبر وادی تیراہ کے متاثرین نے حکومت کی جانب سے کیے گئے وعدوں کی عدم تکمیل پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ مکمل امن کی بحالی تک وہ ہرگز اپنے علاقوں کو واپس نہیں جائیں گے۔ باڑہ پریس کلب میں منعقدہ پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وادی تیراہ سیاسی اتحاد کے نمائندگان، جن میں زاہد آفریدی اور شاہین سحر آفریدی سمیت دیگر شامل تھے، نے کہا کہ دو ماہ گزرنے کے باوجود بھی متاثرین کے ساتھ کیے گئے وعدے تاحال وفا نہیں ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کی جانب سے اعلان کردہ مالی امداد، جس میں فی خاندان ڈھائی لاکھ روپے اور ماہانہ پچاس ہزار روپے دینے کا وعدہ شامل تھا، ابھی تک مکمل طور پر فراہم نہیں کیا گیا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ آج بھی آدھے سے زائد متاثرین حکومتی امدادی پیکج سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے وہ شدید مشکلات کا شکار ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ متاثرین کی واپسی کا دارومدار علاقے میں مکمل امن کے قیام پر ہے، اور جب تک سیکیورٹی کی صورتحال تسلی بخش نہیں ہوتی، وہ کسی صورت واپس جانے کا فیصلہ نہیں کریں گے۔ نمائندگان نے اعلان کیا کہ باڑہ سیاسی اتحاد کے زیر اہتمام ہونے والے آئندہ اجلاس میں بھرپور شرکت کی جائے گی، جہاں آئندہ کے لائحہ عمل پر غور کیا جائے گا اور متاثرین کے حقوق کے لیے مشترکہ حکمت عملی اپنائی جائے گی۔ پریس کانفرنس کے دوران انہوں نے صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر اپنے وعدے پورے کرے اور متاثرین کو درپیش مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات اٹھائے، تاکہ بے گھر افراد کی مشکلات کا ازالہ ممکن ہو سکے۔ (منظور آفریدی)

نوجوان کو ذبح کر دیا گیا

نوابشاہ یکم اپریل 2026 کو بی سیکشن تھانے کی حدود میں واقع واٹر سپلائی تالاب سے ایک نوجوان کی لاش برآمد ہوئی، جس کی شناخت بعد ازاں فیصل مغل کے نام سے کی گئی۔ اطلاع ملنے پر ریسکیو 1122 کی ٹیم موقع پر پہنچی اور لاش کو تالاب سے نکال کر پولیس کے حوالے کیا، جبکہ پولیس نے جائے وقوعہ کو گھیرے میں لے کر ابتدائی شواہد اکٹھے کیے۔ لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال منتقل کر دیا گیا، جس کی رپورٹ کے بعد موت کی اصل وجوہات سامنے آنے کا امکان ہے۔ پولیس کے مطابق واقعے کی مختلف پہلوؤں سے تفتیش جاری ہے، تاہم عوامی دباؤ کے بعد مقتول کے کزن ساجد مغل اور شاہد مغل کی مدعیت میں مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔ شکوک وشبہات کی بنیاد پر ایک ملزم احسان آرائیں کو گرفتار بھی کیا گیا ہے، جبکہ مزید تحقیقات جاری ہیں۔ دوسری جانب ورثاء نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ فیصل مغل کو قتل کیا گیا۔ ان کے مطابق مقتول گزشتہ روز سے لاپتہ تھے اور ان کے پاس ایک سے دو لاکھ روپے نقد موجود تھے جو لاش ملنے کے بعد غائب تھے، جس سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ واقعہ ڈکیتی کے بعد قتل کا ہو سکتا ہے۔ اسی دوران نواب شاہ میں تاجر برادری سراپا احتجاج بن گئی، جہاں گول والا کمپلیکس میں مقتول کی میت رکھ کر شدید احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین نے قاتلوں کی فوری گرفتاری کا مطالبہ کرتے ہوئے پولیس کے خلاف نعرے بازی کی اور شٹر ڈاؤن ہڑتال کی دھمکی بھی دی۔ احتجاج کی قیادت کامران قریشی، شاہد حسین کھوکھر اور راشد قریشی نے کی۔ مقررین کا کہنا تھا کہ شہر میں بڑھتی ہوئی چوری، ڈکیتی اور دیگر جرائم پہلے ہی شہریوں کے لیے باعث تشویش ہیں، اور ایسے میں ایک سیلز مین کا بہیمانہ قتل صورتحال کو مزید سنگین بنا رہا ہے۔ مقررین نے پولیس کی کارکردگی پر بھی سوالات اٹھاتے ہوئے کہا کہ تاحال کوئی مؤثر اور سنجیدہ کارروائی دیکھنے میں نہیں آئی، جس کے باعث تاجروں میں عدم تحفظ کا احساس بڑھ رہا ہے۔ انہوں نے خبردار کیا کہ اگر ملزمان کو فوری گرفتار نہ کیا گیا تو احتجاج کا دائرہ وسیع کیا جائے گا۔ اسی تناظر میں شہریوں اور تاجر برادری نے حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ نہ صرف اس کیس میں شفاف تحقیقات کی جائیں بلکہ شہر میں بڑھتے ہوئے جرائم پر بھی فوری قابو پایا جائے تاکہ عوام میں پائی جانے والی بے چینی ختم ہو سکے۔ یہ تمام صورتحال اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ ایک جانب ایک پراسرار موت کی تحقیقات جاری ہیں، جبکہ دوسری جانب عوامی اعتماد میں کمی اور امن وامان کی بگڑتی صورتحال انسانی حقوق کے حوالے سے سنجیدہ سوالات کو جنم دے رہی ہے۔

(آصف البشر خان)

صحافت کی آزادی پر زور

خیبر عالمی یومِ آزادی صحافت کے موقع پر پریس کلب لنڈی کوتل میں ایک پروقار سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں صحافیوں، سیاسی وسماجی رہنماؤں، وکلا، ضلعی انتظامیہ کے افسران اور پولیس حکام نے شرکت کی۔ تقریب پریس کلب ہال میں منعقد ہوئی، جس کا اہتمام پریس کلب لنڈی کوتل کی کابینہ نے کیا۔ سیمینار کا مقصد صحافت کی آزادی کی اہمیت کو اجاگر کرنا، بالخصوص قبائلی اضلاع میں صحافیوں کو درپیش چیلنجز پر روشنی ڈالنا، اور حکومت کی جانب سے صحافیوں کے ساتھ روا رکھے گئے سلوک پر تشویش کا اظہار کرنا تھا۔ اس موقع پر پریس کلب فنڈز کے اجراء میں تاخیر پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فوری فنڈز کی فراہمی کا مطالبہ بھی کیا گیا۔ سیمینار میں اسسٹنٹ کمشنر لنڈی کوتل انعام اللہ وزیر، تحصیل چیئرمین شاہ خالد شنواری، عوامی نیشنل پارٹی کے صوبائی کونسل ممبر فضل الرحمن آفریدی، خیبر بار ایسوسی ایشن کے سیکرٹری جنرل سجاد حسین شنواری، آل پرائیویٹ اسکول ایسوسی ایشن کے صدر اقبال آفریدی، کسٹم کلیئرنگ ایجنٹس ایسوسی ایشن کے صدر مجیب شنواری، جمعیت علمائے اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا عظیم شاہ، پاکستان تحریک انصاف کے رہنما عبدالرازق شنواری، سابق اقلیتی ایم پی اے ولسن وزیر، خیبر اسپورٹس کلب کے جنرل سیکرٹری کلیم اللہ اور نوجوانان قبائل کے رہنما سعید سمیت دیگر افراد نے شرکت کی اور خطاب کیا۔ تقریب کے میزبان اور لنڈی کوتل پریس کلب کے صدر امان علی شنواری نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے صحافیوں کو درپیش مسائل اور چیلنجز پر تفصیلی گفتگو کی۔ مقررین نے اس موقع پر صحافیوں کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا، جنہوں نے فرائض کی انجام دہی کے دوران اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ صحافیوں کی بہادری، سچائی اور عوامی خدمت سے وابستگی قابلِ ستائش ہے۔ ان کے مطابق آزاد صحافت جمہوریت کو مضبوط بنانے اور احتساب کے عمل کو یقینی بنانے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ شرکاء نے خصوصاً قبائلی علاقوں میں کام کرنے والے صحافیوں کی سیکیورٹی اور حقوق کے حوالے سے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ میڈیا سے وابستہ افراد کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ڈسٹرکٹ پریس کلب خیبر، لنڈی کوتل کے لیے نئی عمارت کی تعمیر کی ضرورت پر بھی زور دیا گیا تاکہ صحافتی سرگرمیوں کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔ تقریب کے اختتام پر ایک ریلی بھی نکالی گئی، جس میں صحافیوں نے عالمی یومِ آزادی صحافت کے حوالے سے پلے کارڈز اٹھا رکھے تھے اور نعرے بازی کی۔ ریلی کا مقصد عوام میں آزاد میڈیا کی اہمیت کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا تھا۔ آخر میں لنڈی کوتل پریس کلب کے ممبران میں تعریفی اسناد اور پریس کارڈز بھی تقسیم کیے گئے، تاکہ ان کی خدمات اور پیشہ ورانہ وابستگی کو سراہا جا سکے۔

(مسعود شاہ)

یومِ آزادی صحافت اور قبائلی خواتین صحافی کی مشکلات

----- میں ایک خاتون فری لانسر صحافی ہوں۔ میرے قلم میں طاقت ہے مگر میرے اردگرد خوف کی دیواریں بھی ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ میرے علاقے میں کیا ہو رہا ہے کون ذمہ دار ہے کن آوازوں کو دبایا جا رہا ہے مگر ہر سچ بولنا آسان نہیں ہوتا۔ میں چاہتی ہوں کہ اپنے علاقے کی آواز بنوں ان ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کی کہانی دنیا تک پہنچاؤں جن کے مسائل کوئی سننے والا نہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ میں سوال کروں، جواب مانگوں، چہروں کو بے نقاب کروں۔ لیکن اس راستے پر خطرات ہیں ایسے خطرات جو صرف دھمکیوں تک محدود نہیں رہتے۔ ایسے بے رحم مسلمان لوگ ہیں جو خدا سے نہیں ڈرتے، وہ آپ کی عزت تار تار کر دیتے ہیں کیونکہ وہ سچ لکھنا، سننا پسند نہیں کرتے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں سچ بولنے کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ جہاں ایک صحافی کی لاش کسی سنسان جگہ سے مل سکتی ہے یا اسے سلاخوں کے پیچھے ڈال دیا جاتا ہے۔ یہاں صحافت محض پیشہ نہیں ایک جدوجہد ہے، ایک خطرناک ذمہ داری ہے۔ جب آپ حالات دیکھ رہے ہو، آپ بولنا چاہتے ہو اور آپ کو بولنے نہیں دیا جا رہا ہو، یہ سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ مگر خاموش ہونا کبھی کبھی مجبوری بن جاتی ہے۔ ہر کوئی بہادر نہیں ہوتا، یا یوں کہیں ہر کسی کو بہادر بننے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ خاص طور پر ایک خاتون کے لیے یہ راستہ اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے جہاں صرف پیشہ ورانہ نہیں بلکہ سماجی دباؤ بھی ساتھ چلتا ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سچ کے لیے کھڑے ہوتے ہیں، جو ڈرتے نہیں، جو جانتے ہیں کہ ایک دن سب کو جانا ہے، کیوں نہ حق کے لیے جیا جائے۔ میں بھی انہی میں شامل ہونا چاہتی ہوں۔ میں بولنا چاہتی ہوں۔ میں سچ لکھنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ صحافت صرف خبر نہیں، یہ ذمہ داری ہے، یہ امانت ہے، یہ آواز ہے۔

(شائلہ آفریدی)

بچوں کو ماں کے حوالے کیا جائے

خیبر عدالتی حکم کے باوجود میرے سابقہ شوہر اور حاضر سروس لیفٹیننٹ کرنل مجھے بچے حوالے نہیں کر رہا۔ اعلیٰ حکام سے انصاف کی اپیل۔ ڈاکٹر ناہید کی پریس کانفرنس۔ ضلع خیبر، تحصیل لنڈی کوتل کے علاقے شلمان سے تعلق رکھنے والی ڈاکٹر ناہید نے اپنے والد ڈاکٹر محمد صادق کے ہمراہ جمرود پریس کلب میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان کے سابق شوہر، حاضر سروس لیفٹیننٹ کرنل عابد الرحمان، عدالتی فیصلے کے باوجود ان کے بچوں کو ان کے حوالے نہیں کر رہے۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی شادی پندرہ سال قبل ہوئی تھی جس سے ان کے دو بچے ہیں جن کی عمریں گیارہ اور نو سال ہیں۔ ان کے مطابق چند سال قبل ایک حادثے کے نتیجے میں انہیں سپائنل کارڈ کا مسئلہ پیش آیا جس کے باعث وہ چلنے پھرنے سے قاصر ہو کر ویل چیئر تک محدود ہو گئیں۔ ڈاکٹر ناہید کا کہنا تھا کہ اس کے بعد ان کے شوہر کا رویہ بدل گیا، انہیں ذہنی اذیت کا نشانہ بنایا گیا اور بچوں سے الگ کر دیا گیا۔ انہوں نے الزام لگایا کہ انہیں بچوں سے ملنے نہیں دیا جا رہا اور ان کے ذہنوں میں ان کے خلاف منفی باتیں ڈالی جا رہی ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان پر بے بنیاد الزامات بھی عائد کیے گئے جو ان کے لیے ناقابل برداشت ہو گئے، جس پر انہوں نے جی ایچ کیو سمیت اعلیٰ حکام تک اپنی فریاد پہنچائی، جہاں سے انہیں سول کورٹ سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ ان کے مطابق عدالت میں سماعت کے دوران بھی ان کے سابق شوہر نے نامناسب رویہ اختیار کیا اور ججوں کے سامنے نازیبا زبان استعمال کی۔ ڈاکٹر ناہید نے کہا کہ ان کی خلع بھی ہو چکی ہے اور عدالت نے ان کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے بچوں کو ان کے حوالے کرنے کا حکم دیا ہے، تاہم اس کے باوجود عدالتی حکم پر عملدرآمد نہیں کیا جا رہا جو کہ کھلی توہین عدالت ہے۔ انہوں نے وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا سہیل آفریدی اور فیلڈ مارشل عاصم منیر سے اپیل کی کہ انہیں انصاف فراہم کیا جائے اور ان کے بچوں کو فوری طور پر ان کے حوالے کیا جائے۔

(مسعود شاہ)

بچی کا مبینہ اغوا، تبدیلی مذہب اور نکاح

عمرکوٹ کنری شہر کے قریبی گوٹھ محمد رفیق آرائیں میں سے تقریباً ایک ماہ قبل مبینا اغوا ہونے والی بچی چونی بنت کھیرو بھیل کی بازیابی کے لئے والدین اور دیگر ورثاء نے پریس کلب کنری کے آگے احتجاجی مظاہرہ کر کے سخت نعرے بازی کی۔ اس موقعے پر بچی کی ماں سومری، والد کھیرو بھیل اور دیگر نے الزام لگاتے ہوئے کہا کہ تقریباً ایک ماہ قبل تین ملزمان ہماری بچی کو ہتھیاروں کے زور پر اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ بچی کے اغوا کا کیس پولیس تھانہ کنری پر مرکزی ملزم سیف الملوک خاصخیلی سمیت تین ملزمان پر درج ہے جبکہ وومین پولیس تھانہ عمرکوٹ میں چائلڈ میرج ایکٹ کے تحت بھی کیس درج کرایا گیا ہے۔ لیکن کسی تھانے کی پولیس کوئی کاروائی نہیں کر رہی۔ ہماری بچی کی عمر 15 برس ہے اور وہ نویں جماعت کی طالبہ ہے۔ 18 اپریل کو سوشل میڈیا پر بچی کا نکاح نامہ اور تبدیلی مذہب کی سند وائرل ہوئی۔ اس کے مطابق بچی کی عمر 18 برس ظاہر کر کے تبدیلی مذہب کے بعد اسلامی نام ثنا فاطمہ شیخ رکھا گیا اور سیف الملوک خاصخیلی سے نکاح دکھایا گیا ہے۔

(نامہ نگار)

نومولود بچہ مبینہ طبی غفلت کی وجہ سے جاں بحق

خیبر جمرود بکرآباد کے رہائشی شبیر کے مطابق ان کا نومولود بچہ حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کے گائنی وارڈ میں مبینہ ڈاکٹروں کی غفلت کے باعث دنیا میں آنے سے قبل ہی انتقال کر گیا۔ تفصیلات کے مطابق شبیر نے اپنی اہلیہ کو حیات آباد میڈیکل کمپلیکس کے گائنی وارڈ میں داخل کرایا، جہاں ان کے بقول ڈاکٹروں نے بروقت آپریشن یا مناسب علاج فراہم نہیں کیا۔ اہل خانہ کا کہنا ہے کہ مریضہ کی حالت بگڑنے پر جلد بازی میں غلط طریقے سے ہینڈل کیا گیا، جس کے نتیجے میں نومولود بچہ جانبر نہ ہو سکا۔ شبیر نے الزام عائد کیا ہے کہ حیات آباد میڈیکل کمپلیکس گائنی وارڈ میں اس نوعیت کے واقعات معمول بن چکے ہیں، تاہم متعلقہ حکام کی جانب سے مؤثر کارروائی نہیں کی جاتی۔ متاثرہ خاندان نے متعلقہ ڈاکٹروں کے خلاف شکایت جمع کرا دی ہے اور وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا سمیت اعلیٰ حکام سے واقعے کا نوٹس لے کر ذمہ داروں کے خلاف کارروائی اور انصاف فراہم کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

(نامہ نگار)

ہنزہ میں اسیران کی رہائی کے لیے دھرنا ختم، پولیس کریک ڈاؤن میں متعدد افراد گرفتار

ہنزہ عوامی ایکشن کمیٹی گلگت بلتستان کے چیئرمین احسان علی ایڈووکیٹ اور دیگر رہنماؤں کی گرفتاری کے خلاف گزشتہ روز علی آباد کالج چوک پر شروع ہونے والا دھرنا پولیس کارروائی کے بعد ختم کر دیا گیا، جبکہ منتظمین سمیت متعدد شرکاء کو حراست میں لے لیا گیا۔ گرفتار منتظمین میں تحسین جاوید محمودی، سہیل اور فضل شامل ہیں۔ یہ دھرنا اسیران کے اہلِ خانہ کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا، جس میں مختلف سیاسی جماعتوں کے کارکنان اور سول سوسائٹی کے افراد نے شرکت کی۔ منتظمین کے مطابق آج دھرنے میں مزید افراد کی شرکت متوقع تھی، تاہم پولیس کریک ڈاؤن کے باعث شرکاء منتشر ہو گئے۔ (نامہ نگار)

مزدور تحریک اور حق تلف حقائق

شہید بے نظیر آباد ہر سال یکم مئی کو یوم مزدور منایا جاتا ہے۔ تقاریر ہوتی ہیں، ریلیاں نکلتی ہیں اور مزدوروں کے حقوق کے نعرے فضا میں گونجتے ہیں۔ مگر ایک بنیادی سوال اب بھی اپنی جگہ موجود ہے: کیا وہ ادارے جو مزدوروں کے حقوق کی آواز بلند کرتے ہیں، خود اپنے نظام میں منصفانہ معاوضہ دینے کی روایت پر عمل پیرا ہیں؟ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ بہت سے ایسے ادارے، تنظیمیں اور حتیٰ کہ کچھ یونینز بھی، جو استحصال کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں، اپنے اندر جھانکنے سے کتراتے ہیں۔ کم اجرت، غیر مستقل ملازمتیں، اور اوقاتِ کار کی خلاف ورزیاں —— یہ سب وہ مسائل ہیں جو صرف کارخانوں تک محدود نہیں، بلکہ بعض اوقات انہی پلیٹ فارمز کے اندر بھی موجود ہوتے ہیں جہاں سے انصاف کی بات کی جاتی ہے۔ یہ تضاد مزدور تحریک کی ساکھ کو متاثر کرتا ہے۔ جب آواز اٹھانے والے خود انصاف کے اصولوں پر مکمل طور پر کاربند نہ ہوں تو مطالبات کی اخلاقی قوت کمزور پڑ جاتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مزدوروں کے حقوق کے لیے سرگرم ہر ادارہ سب سے پہلے اپنے گھر کو درست کرے، شفاف تنخواہوں، محفوظ ماحول اور مساوی مواقع کو یقینی بنائے۔ یومِ مزدور صرف ایک دن کی یادگار نہیں، بلکہ ایک مسلسل احتساب کا تقاضا ہے دوسروں کا بھی اور اپنا بھی۔ جب تک یہ دوہرا معیار ختم نہیں ہوگا، مزدور کے ہاتھ میں پسینہ تو ہوگا، مگر اس کی محنت کا پورا صلہ نہیں۔

(آصف البشر خان)

خواتین کی عمریں طویل لیکن معیارِ زندگی ابتر کیوں؟

گزشتہ 25 برس کے دوران دنیا نے خواتین کے حقوق صحت خصوصاً ان کی جنسی و تولیدی صحت کو بہتر بنانے میں نمایاں پیش رفت کی ہے تاہم پہلے سے زیادہ طویل عمر پانے کے باوجود آج خواتین بہتر صحت کے ساتھ زندگی نہیں گزار رہیں۔ اقوام متحدہ کے مطابق، خواتین کی صحت کو خاطر خواہ حد تک سنجیدہ توجہ نہیں ملتی۔ ان کے امراض کی درست تشخیص نہیں ہو پاتی اور نہ ہی انہیں مناسب علاج ملتا ہے۔ غلط تشخیص سے لے کر گہرے طبی تعصبات تک، طبی نظام میں موجود خامیاں خواتین کی صحت، تحفظ اور معیارِ زندگی کو متاثر کر رہی ہیں۔ اگرچہ طبی سہولیات تک رسائی ایک بنیادی انسانی حق ہے لیکن اب بھی یہ حق سب کے لیے یقینی نہیں اور اس اہم ترین شعبے میں صنفی عدم مساوات برقرار ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے 'یو این ویمن' کے مطابق، یہ ایک ایسے طبی نظام کی عکاسی ہے جو تاریخی طور پر خواتین کو مدنظر رکھ کر نہیں بنایا گیا۔

اعداد و شمار کیا کہتے ہیں؟

'یو این ویمن' کے مطابق، 2000 سے 2023 کے درمیان زچگی کے دوران اموات کی شرح میں 40 فیصد کمی آئی جو ہر ایک لاکھ زچگیوں میں 328 سے کم ہو کر 197 رہ گئی تھیں۔ 2000 سے 2024 کے درمیان 15 سے 19 سال کی لڑکیوں میں حاملہ ہونے اور بچوں کو جنم دینے کی شرح 66.3 سے کم ہو کر 38.3 فی ہزار تک آ گئی تھی۔ ماہر طبی عملے کے زیر نگرانی زچگی کی شرح 60.9 فیصد سے بڑھ کر 86.6 فیصد ہو گئی جبکہ خاندانی منصوبہ بندی کے جدید طریقے استعمال کرنے والی خواتین کی شرح 73.7 فیصد سے بڑھ کر 77.1 فیصد تک پہنچ گئی۔ تاہم یہ پیش رفت یکساں نہیں ہے۔ کم ترقی یافتہ ممالک میں نوعمر ماؤں کی تعداد 2000 میں 4.7 ملین تھی جو بڑھ کر 2024 میں 5.6 ملین ہو گئی۔ خواتین مردوں کے مقابلے میں اوسطاً 3.8 سال زیادہ زندہ رہتی ہیں لیکن وہ اپنی زندگی کے بیشتر سال خراب صحت میں گزارتی ہیں۔ 2021 میں خواتین نے اوسطاً 10.9 سال خراب صحت میں گزارے جبکہ مردوں کے لیے یہ مدت 8.0 سال تھی۔ اس میں پٹھوں اور ہڈیوں کے مسائل، امراض مخصوصہ، مائیگرین اور ڈپریشن سمیت دائمی بیماریاں بھی شامل ہیں۔

چھ تلخ حقائق

پرانے طبی آلات کا استعمال

پیلوک معائنے میں استعمال ہونے والا آلہ سپیکولم تقریباً وہی ہے جو 19 ویں صدی میں استعمال ہوتا تھا۔ طب میں ترقی کے باوجود کئی تشخیصی آلات خواتین کے آرام، وقار اور تحفظ کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید نہیں بنائے گئے۔ اگرچہ خواتین کی قیادت میں نئے ڈیزائن بھی سامنے آ رہے ہیں لیکن سرکاری نظام میں ان کا استعمال محدود ہے۔

طویل عمر اور خراب صحت

خواتین مردوں کے مقابلے میں زیادہ عرصہ زندہ رہتی ہیں لیکن اپنی زندگی کا بڑا حصہ بیماری میں گزارتی ہیں۔ یہ شرح مردوں کے مقابلے میں تقریباً 25 فیصد زیادہ ہے۔ اس میں طویل عرصہ تک درد، تھکن اور کئی طرح کے امراض کے علاج سے محرومی جیسے مسائل شامل ہیں۔

تحقیق اور وسائل کی کمی

خواتین سے متعلق بیماریوں پر تحقیق اور اس مقصد کے لیے مالی وسائل کی قلت ہے۔ مثال کے طور پر، خواتین کو متاثر کرنے والے پری مینسٹرل سنڈروم (پی ایم ایس) کو مردانہ بیماریوں جیسا کہ اریکٹائل ڈس فنکشن کے مقابلے میں کم توجہ ملتی ہے۔

کئی دہائیوں سے اس عدم توازن نے خواتین کے درد کو نظر انداز کرنے یا معمول سمجھنے کا رجحان پیدا کیا ہے۔ اگرچہ اس معاملے میں اب پالیسیاں تبدیل ہونے لگی ہیں لیکن سماجی دباؤ برقرار ہے اور آگاہی کی کمی پائی جاتی ہے۔

تشخیص میں تاخیر

اینڈومیٹریوسس دنیا بھر میں تقریباً ہر 10 میں سے ایک خاتون کو متاثر کرتا ہے مگر اس کی تشخیص میں 4 سے 12 سال لگ سکتے ہیں۔ یہ اس وسیع مسئلے کی عکاسی ہے جہاں خواتین کے درد کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا۔

تحقیق میں خواتین کی عدم شمولیت

1993 تک خواتین کو عموماً ادویات کے کلینیکل ٹرائلز میں شامل نہیں کیا جاتا تھا جس کی وجہ سے اکثر بیماریوں کے علاج مردوں کے جسمانی نظام کو مدنظر رکھ کر وضع کیے گئے۔ اس کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ خواتین کے لیے ادویات کے مضر اثرات زیادہ ہوتے ہیں اور ان کی علامات کو غلط سمجھا جا سکتا ہے۔ آج بھی نئی ٹیکنالوجی جیسا کہ مصنوعی ذہانت میں خواتین کی نمائندگی کم ہے۔ اسی طرح صحت کے شعبے کی قیادت میں بھی خواتین کی کمی ہے حالانکہ تحقیق بتاتی ہے کہ خواتین کی قیادت بہتر نتائج میں مدد دیتی ہے۔

امراض قلب سے بے توجہی

دل کی بیماری خواتین میں اموات کی سب سے بڑی وجہ ہے لیکن اس کی عام علامات مردوں کو مدنظر رکھتے ہوئے طے کی گئی ہیں۔ خواتین میں تھکن، متلی، سانس لینے میں دشواری، جبڑے یا کمر میں درد امراض قلب کے اشارے ہو سکتے ہیں جو اکثر نظر انداز ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض اوقات خواتین کو علاج مہیا کرنے کے بجائے گھر بھیج دیا جاتا ہے جس سے دل کی بیماری پیچیدہ ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔

مستقبل کی راہ

ان مسائل پر قابو پانے کے لیے ایسے نظام ہائے صحت کی ضرورت ہے جو خواتین کی حقیقی ضروریات کو سمجھیں۔ اس میں مزید جامع تحقیق، بہتر معلومات کی موجودگی، جدید تشخیصی آلات اور خواتین کے تجربات کو سنجیدگی سے لینا شامل ہے۔

مزید برآں، طبی شعبے کی قیادت میں خواتین کی شمولیت بڑھانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس سے علاج میں بہتری آتی ہے اور اموات کی شرح میں کمی لائی جا سکتی ہے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

☆ انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:			
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال	مہینہ	تاریخ
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں	محلّہ	
	ڈاک خانہ	تحصیل وضلع	
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں	نہیں	
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)			
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل			
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام	ولد/زوجہ	پیشہ

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کا رکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثرورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				
رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع	

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف 'پُر' کر کے بھیجیں

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہوگی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جا سکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جا سکتا جو خالصتاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتمائی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشو نما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہءقدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشو نما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشو ونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح وبہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
”ایوان جمہور“ 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹائون، لاہور
فون: 35838341-35864994 فیکس: 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ: www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدید پریس، 14 ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ